(شمارہ ۱۲)

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاهد من جاهد نفسه (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیقِ دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر علوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلامہ قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

ادار یہ

زندگی سے فرار یا جینے کا سلیقہ

مادیت کا خوگر ذہن ڈاکٹر براؤن کا حوالہ دے کر بڑے مزے سے کہہ اٹھتا ہے کہ "تصوف وسلوک مسلمانوں کے زمانۂ انحطاط کی پیداوار ہے اور زندگی سے فرار کی ایک منظم صورت ہے" ایسے حضرات کم ہی ملیں گے جو حق شناسی کے جذبہ کے ساتھ تصوف وسلوک کی حقیقت، مقاصد اور اس کے نتائج پر غور و فکر کر کے یہ کہنے کی جرأت کریں کہ یہ زندگی سے فرار نہیں بلکہ جینے کا سلیقہ سکھانے کا ایک نہایت دلکش اور حسین انداز ہے۔

تصوف وسلوک کا قرآنی نام تزکیہ ہے اور تزکیہ کو قرآن حکیم نے فلاح و کامیابی کا واحد ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔ یہ اعلان اس امر کا متقاضی ہے کہ تزکیہ کی حقیقت کا کھوج لگایا جائے تاکہ اس کی یہ اہمیت ایک حقیقت ثابتہ بن کر دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔

تزکیہ کے لفظ میں دو مفہوم پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ اول پاکیزگی دوم بڑھوتری۔ یعنی تمام اخلاقی نقائص اور روحانی آلائشوں سے قلب و روح کو پاک کرنا اور پھر اس وصف میں اضافہ کرتے چلے جانا۔

تزکیہ کا یہ عمل انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ایک فطری ترتیب کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے آتا ہے یعنی سب سے پہلے عقائد و نظریات کا تزکیہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں عبادات کا پہلو بے اختیار ہونے لگتا ہے ان دونوں کے تزکیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے معاملات پھر اخلاق کا تزکیہ ہونے لگتا ہے۔ گویا سالک کا تعلق اپنے رب سے اور مخلوق سے ایسا کھرا ہو جاتا ہے کہ اس تعلق میں معمولی سا کھوٹ بھی سالک کو بے چین کر دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دین کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو حقوق العباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کا ایسا سلیقہ آجائے کہ یہ زندگی — انفرادی یا اجتماعی نہایت سکون سے گزرے۔ اور اخروی زندگی میں ہر طرح کی عیش میسر آئے۔

حدیث نبوی کے ذخیرے پر نگاہ کی جائے تو وہاں تصوف و سلوک کے لیے احسان کی اصطلاح ملتی ہے جسے حدیث جبریل میں دین کا تیسرا جزو قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ کسی جزو کی کمی سے کل ناقص قرار پاتا ہے۔ لہذا جب احسان سے صرف نظر کی تو دین کی تکمیل کیونکر ہوئی۔

دین کے اس لازمی جزو یعنی احسان کی حقیقت کو زبان حق ترجمان نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ ۔ یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرے جیسے تو اپنی آنکھوں سے اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے ۔ احسان کی اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے لفظ عبادت کا مفہوم سمجھنا نہایت ضروری ہے ۔ عبادت کا چلتا ہوا مفہوم تو عبادات مخصوصہ یعنی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ میں محدود نظر آتا ہے لیکن عبادت کی حقیقت کی نشاندہی قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب مقصد تخلیق عبادت ہے تو یہ زندگی کے ہر شعبے پر پھیلا ہوا ہے ۔ گویا انسان گھر میں ہو بازار میں ۔ کھیت میں ہو یا دفتر میں ۔ بزم میں ہو رزم میں ہو ۔ اسے ہر حال میں عبادت کرنی چاہیئے ۔ اور وہ بھی اس جذبے کے ساتھ گویا کہ رب العالمین کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ وصف یہ جذبہ، یہ شوق یہ لگن کیا تزکیہ کے بغیر بھی حاصل ہو سکتا ہے ؟ "نہیں" کے بغیر اس کا کوئی دوسرا جواب نہیں ہو سکتا ۔ دوسرا سوال کہ تزکیہ کیا بغیر کسی رہنمائی اور مسلسل مشق اور محنت کے حاصل ہو سکتا ہے ۔ اس کا جواب بھی وہی ہے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "زندگی" فلسفہ نہیں بلکہ ایک "فن" ہے ۔ اور فن سیکھنے کے لیے جہاں تھیوری یعنی نظریہ کی واقفیت ضروری ہے وہاں پریکٹیکل یعنی عمل بھی درکار ہے اور اس عمل کے لیے جہاں کسی لیبارٹری میں پریکٹیکل کرنا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ لیبارٹری کی ساری محنت فیلڈ ورک کے لیے سلیقہ آ جائے ۔ آدمی اگر لیبارٹری میں خوب چاق و چوبند ہے مگر فیلڈ میں اگر نہایت ناکام ثابت ہوتا ہے تو لیبارٹری میں اس کی ساری محنت کسی کام کی نہیں ۔

اس حقیقت کو ذہن میں نہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا رہا اور زمانۂ انحطاط میں یہ ہوتا رہا کہ تصوف و سلوک سیکھنے کے لیے خانقاہوں کی لیبارٹری میں خوب پریکٹیکل ہوتا رہا اور مقامات سلوک طے ہوتے رہے ۔ مگر یہی صوفی جب عملی زندگی کے فیلڈ میں آئے تو سلوک کے ان مقامات کو اپنے اعمال کے ساتھ مربوط نہ کر پائے بلکہ زندگی کے خانے بنا لیئے ۔ مقامات سلوک بھی طے ہوتے رہے اور عملی زندگی میں اس کا کوئی اثر نظر نہ آیا ۔ اور ایک صوفی کی زندگی میں وہی بے راہ روی دکھائی دینے لگی جو ایک غیر صوفی بلکہ ایک غیر مسلم کی زندگی میں نظر آ سکتی ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھنے والے نفس تصوف و سلوک سے ہی بدگمان ہوتے گئے ۔ حالانکہ تصوف و سلوک کا قصور نہیں بلکہ قصور اس کج نگاہی کا ہے جس نے زندگی کو مختلف واٹر ٹائیٹ خانوں میں تقسیم کر دیا ۔ حالانکہ تزکیہ کا عمل اگر پورے خلوص اور سلیقے سے کیا جائے تو اس کا ٹھپہ پوری زندگی اور زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں نظر آتا ہے ۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی اس میدان میں آئے وہ اس راہ میں جوں جوں ترقی کرے اپنی عملی زندگی کا جائزہ لیتا رہے اور یہ دیکھے کہ اس نے جو مقام سلوک طے کیا ہے کیا اس کا اثر اس کی عملی زندگی پر ہونے لگا ہے یا نہیں۔ خدانخواستہ اگر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تو مقام طے کرنا کوئی کریڈٹ نہیں۔ بلکہ یہ خود فریبی ہے اور خدا فریبی ہے۔ اپنی خبر لے اور اپنے رویتے پر نظر ثانی کرے۔ اپنے مقامات پر خوش ہونے یا اترانے کی بجائے اپنی عملی اصلاح کی فکر کرے۔ کیونکہ لیبارٹری میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے کے بعد فیلڈ میں اگر عملی معیار پر پورا نہیں اترتا تو وہ گویا تزکیہ اور تصوف کو بدنام کرنے کا ذمہ دار ہے۔

مدحت گفتار کو سمجھو نہ اخلاقی سند
خوب لکھنا اور ہے اور خوب ہونا اور ہے

مدیر

پروگرام لنگر مخدوم

جمعرات ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء سے پروگرام شروع ہوگا۔ سرگودھا بس سٹینڈ پر حسبِ معمول احباب کے لیے شامیانے اور کھانے کا بندوبست ہوگا۔ آخری بس لنگر مخدوم کے لیے شام ۵ بجے روانہ ہوگی۔ دوسرے دن بعد نماز جمعۃ المبارک اجتماع ختم ہوگا اور حضرت کوٹ میانہ تشریف لے جاویں گے۔ پنڈی بھٹیاں کی طرف سے آنے والے احباب کے لیے بند پر ٹریکٹر/ ٹرالی کا بندوبست بھی قبل از مغرب تک ہوگا۔

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

ارشادات حضرت شیخ المکرم

رحمتہ اللہ علیہ

(ترتیب: محمد اسلم عادل - ایم اے، ایم ایڈ)

فرمایا۔ کوئی علم یا فن کسی اُستاد کی شاگردی اختیار کیے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ کتاب اللہ اور سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحیح فہم حاصل کرنا کامل اور ماہر استاد کے تعلیم دینے پر موقوف ہے محض کتابوں کے مطالعہ سے کتاب اللہ کے اسرار اور سُنتِ رسول کریم ﷺ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی پھر اس کلیہ سے تصوف کو مستثنیٰ کیوں کیا جائے۔ اس کے سیکھنے کے لیے مرشدِ کامل کی ضرورت کا انکار کیوں کیا جائے۔ جب وہی اس فن کے سکھانے کی مہارت اور اہلیت رکھتا ہے کتبِ تصوف کے مطالعہ سے نشانِ راہ تو مل سکتا ہے۔ مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں شیخ کے باطن سے اور اس کے روح سے حاصل ہوتے ہیں جس نے ولایت اور معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں۔ وہ عارف کیسے بنے گا۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ شیخ کامل ہو۔ دل کا اندھا نہ ہو قوی القلب ہو۔ جس کے قلب کے انوار اتنے قوی ہوں کہ سالک کی روح اور اس کے باطن کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

فرمایا۔— حدیثِ جبرئیل علیہ السلام میں احسان کو جزو دین کہا گیا ہے اس لیے اس کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے احسان صرف جزو دین ہی نہیں بلکہ دین کی روح اور خلاصہ ہے جس نے اسے حاصل نہ کیا اس کا دین ناقص ہے۔ حدیث میں دین کے تینوں اجزا کا ذکر ہے ایمان جو اصل ہے، اعمال جو فرع ہیں اور احسان جو ثمرہ ہے اسے چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص مغرب کی نماز میں فرض کی دو رکعت پڑھ کر سمجھے کہ میں نے نماز مکمل کر لی۔ ظاہر ہے کہ اس کی نماز نہ ہو گی اسی طرح احسان کو چھوڑ دینا دین کے ایک عظیم جزو کو ترک کرنا ہے اس لیے دین ناقص رہ جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں یہ درجہ احسان صرف صحبت رسول کریم ﷺ سے حاصل ہو جاتا تھا۔ صرف فرائض کی پابندی کے ساتھ صحبت رسول ﷺ شامل ہو گی۔ تو درجہ احسان حاصل ہو گیا اور وہ بھی اس پائے کا کہ بڑے سے بڑا ولی اللہ کسی بھی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جب آفتاب رسالت ﷺ اوجھل ہو گیا۔ تو مجاہدات و ریاضیات کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ دین کا یہ اہم حصہ جو دین کا حاصلِ کمال کا اعلیٰ درجہ اور مقصود لذاتہٖ ہے حاصل ہو سکے دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کشف و الہام بغیر ریاضت اور مجاہدہ کے

حاصل ہو جاتا تھا صحبت رسول کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

فرمایا۔ روح فانی نہیں۔ روح کی فنا آنی اور بقا زمانی ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی حقیقت بھی سمجھ لیں۔ قانون ہے ذائق مذوق کے بعد بھی زندہ رہتا ہے جیسے انسان ذائق ہے اور روٹی مذوق، روٹی کھائی گئی انسان زندہ موجود ہے۔ اسی طرح روح ذائق ہے اور موت مذوق ہے۔ اس لیے موت کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ روح زندہ ہے جو کمالات اسے دنیا میں حاصل ہوتے ہیں۔ جسمانی موت کے بعد روح سے چھین نہیں لیے جاتے۔ جو علم اس نے دنیا میں حاصل کیا تھا۔ برزخ میں اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے شرط یہ ہے حاصل کرنے والا برزخ سے روح کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازوں کی تعداد میں کمی کی درخواست کرنے اور کم کرنے کا فائدہ حاصل ہوا تھا۔

فرمایا۔ فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ سلوک کی وہ منازل کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے ان منازل کے حصول کے لیے سچی تڑپ انسان کی سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اس لیے ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے اتباع شریعت اور اتباع سنت خیرالانام کا اہتمام کیا جائے۔ اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی راہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ شیخ کامل اس راہ پر اس ترتیب سے چلاتا ہے کہ سب سے پہلے لطائف کراتا ہے۔ جب وہ منور ہو جاتے ہیں تو مراقبہ احدیت کراتا ہے۔ جب یہ رابطہ خوب مضبوط ہو جاتا ہے۔ تو شیخ اپنی روحانی قوت سے مراقبہ معیت۔ پھر مراقبہ اقربیت کراتا ہے پھر دوائر ثلاثہ پھر مراقبہ اسم الظاہر والباطن۔ یہ مراقبات عالم ملکوت سے گزر کر شیخ کامل کرواتا ہے پھر مراقبہ سیر کعبہ پھر سیر صلوٰۃ پھر سیر قرآن، اس کے بعد مراقبہ فنا فی الرسول کراتا ہے اور دربار نبوی میں حاضری ہوتی ہے فنا فی الرسول کا اثر یہ ہے کہ آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی سیرت میں فنا ہو جاتا ہے پھر شیخ کامل روحانی توجہ سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف ذکر لسانی سے حاصل نہیں ہو سکتیں بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے ذکر قلبی کرنے سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔

فرمایا: انسان جو معرفت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ خدا سے غافل ہو گیا ہے۔ انسان اگر اپنا مقام پہچان لے اور قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول میں لگ جائے تو اس کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن جائے۔ اور اس کا واحد ذریعہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے اور اطاعت و اتباع خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سختی سے اہتمام ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

سکونِ قلب اللہ کے
ذکر میں ہے

⁂ ⁂ ⁂

اسرار التنزیل

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ
وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ....
.... وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

(سورۃ النور: ۳۷/۳۹)

ذاکرین کے اوصاف

رب کریم نے ذاکرین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں کوئی دنیوی کام یا کوئی دنیوی کاروبار اللہ کی یاد سے نہیں روک سکتا اور عبادات میں کوئی دنیوی کام آڑے نہیں آسکتا۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کوئی ترک دنیا کرکے دنیا کو چھوڑ دے پھر تو وہ فارغ ہے جو چاہے کرتا رہے۔ خداوند عالم نے اپنے بندوں کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ یہ دنیا میں رہتے بستے ہیں دنیا کے کام کرتے ہیں معروف طریقے سے روزی کماتے ہیں اور تعلقات معاشرے میں ہر ایک کی حیثیت کے مطابق رکھتے ہیں یہ ساری مصروفیات انہیں اللہ کی یاد سے اللہ کے ذکر سے ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتیں یہ سارے کام کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں سب سے بہترین زندگی اور قابل تقلید زندگی اور مثالی زندگی کائنات کے تاجدار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ ساری دنیا میں اور معاشرے کے ساتھ تعلقات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاشرے میں تمام لوگوں سے زیادہ تعلقات کو نبھایا جس کسی کو تھوڑا سا تعلق بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کا یا ملاقات کا نصیب ہوا ہے اس کی وہ عزت اُس کا وہ مقام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں باقاعدہ بحال رہا۔

جہاں آپ کا بچپن میں پرورش ہوئی اُس پورے قبیلے کی عزت فرمایا کرتے تھے اور آپ کے والدین کی طرف سے رشتہ داری مکہ کے سارے قبائل میں تھی تقریباً بارہ قبائل مکہ میں رہتے تھے اور سب کے ساتھ رشتہ داری تھی اسی طرح ننھیال کی طرف جو رشتہ داری تھی اُن تمام حقوق کو نبھانے کے ساتھ ساتھ پھر ازواج مطہرات اور اُن کی رشتہ داریاں اِن پورے تعلقات کے ساتھ ایک نئی ایسی ریاست کی تعمیر جس کا تصور بھی اُس ماحول اور اُس معاشرے اور اُس زمانے میں ممکن نہ تھا اور ایسی تعمیر جس میں الف سے لے کر "ی" تک چھوٹے سے لیکر بڑے تک تمام اصول تمام قوانین نئے سرے سے وضع کرنے پڑے اور جس کی فوج جس کی ریاست جس کا خزانہ جس کی پولیس تمام محکمے بنانے

پڑے زمین کے بیچ شرائع کے معاملات عدالتیں اس سارے کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر دوسری حکومتوں کے ساتھ تعلقات جانے والی سفارتیں آنے والی سفارتیں تو آپ اگر ان تعلقات کی فہرست کو مطالعہ فرمائیں کہ یہ بھی ایک معجزہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا۔

کہ اللہ کے ایک بندے نے بیک وقت اتنے امور کس طرح سرانجام دیئے اور صرف سرانجام نہیں دیے کسی کام کو نپٹا لینا یہ کام نہیں ہوتا کسی کام کو با احسن طریق پایہ تکمیل تک پہنچانا کام ہوتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان جملہ امور کو اس انداز میں کہ ساری دنیا کے لیئے وہ واجب التقلید ہے۔

ذکرِ الٰہی ہر وقت اور ہر حال میں جاری رکھنے کا مطالبہ

اس سب کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوقات ذکر یا اوقات عبادات میں رائی برابر فرق نہیں آیا۔ ام المومنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ملتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں ہر حالت میں ہر وقت ذکر کرتے تھے علیٰ کل احیانہٖ کے الفاظ ملتے ہیں یعنی کسی حالت میں ہوں کھڑے بیٹھے لیٹے باوضو ہیں یا نہیں ہیں سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں چل رہے ہیں یا کسی سے بات کر رہے ہیں کوئی حالت ہو اسی میں ذکر الٰہی سے رُکتے نہیں۔

اور اس ترتیب کو اللہ نے اس طرح سے ذکر فرمایا ہے

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

کوئی دنیا کا شغل، مزدوری ملازمت تجارت کاروبار انہیں میرے ذکر سے مانع نہیں ہے یعنی سب امور انجام دیتے ہوئے والدین کے ساتھ تعلقات ہیں اولاد کے ساتھ تعلقات ہیں بہن بھائیوں کے ساتھ ہیں دوستوں کے ساتھ ہیں دشمنوں کے ساتھ ہیں تجارت ہے کاروبار ہے مزدوری ہے ملازمت ہے سفر ہیں مقدمے ہیں یہ ہیں وہ ہیں یہ سارے معمولات دنیا جو ہیں وہ انجام پا رہے ہیں اور اس کے ساتھ فرمایا میرے نام کا ذکر مسلسل کرتے ہیں نہ وہ ذکر سے مانع ہیں نہ عبادت سے اور نہ معاملات سے معاملات میں عموماً زکوٰۃ کا ذکر کیا جاتا ہے عبادت میں نماز کا چونکہ جو شخص رب العالمین کے ساتھ معاملہ کھرا نہیں رکھتا وہ کسی دوسرے کے ساتھ کب کھرا رکھے گا۔

معاملاتِ زندگی میں اتباعِ خیر الانامؐ شرط ہے

ادائے زکوٰۃ جو ہے یہ رب العالمین کے ساتھ معاملہ ہے یہاں یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ دنیا کا کوئی کام انہیں ذکر الٰہی سے نہیں روکتا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے کام کرتے ہیں مزدوری کرتے ہیں پیسہ کماتے ہیں تب اُن پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اگر تہی دامن ہو ترک دنیا کر لیں تو ادائے زکوٰۃ کی تو نوبت ہی نہ آئے یہ جو ادائے زکوٰۃ کا حکم ارشاد ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے کام کرتے ہیں دنیا میں اور یاد رکھیں دنیا میں معروف ذرائع سے رزق کمانا فرض ہے۔

اور یہ ضروری ہے کہ انسان کسی پر بوجھ نہ بنے حتی الامکان جہاں تک اُس کو اللہ نے علم دیا ہے قوت دی ہے صحت دی ہے معذور ہونا علیحدہ بات ہے لیکن عمداً اپنے آپ کو کسی دوسرے پر بوجھ نہ بنائے معروف طریقے سے کام کرے اور رب العالمین سے

اپنا رزق حاصل کرے۔

بلکہ ہر مومن کی کوشش یہ ہو کہ "زکوٰۃ دینے والا ہو لینے والا نہ ہو اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ مغلوب الحال ہو کر تنہائیوں میں نکل گئے کسی کو ملنے کو جی نہ چاہا بات کرنے کو جی نہ چاہا اور ہر وقت علیحدگی میں بیٹھے رہے یا بعض حضرات سے مجبوراً آبادیاں چھڑادی گئیں اسی دور کے لوگوں نے اُنہیں اتنا تنگ کیا شہر بدر کر دیا انہیں نے حکومت نے لوگوں نے تنگ کیا اور اُن مجبوریوں کی وجہ سے اُن کو باقی زندگی تنہائیوں میں یا جنگلوں میں گزارنی پڑی تو اُن میں بعض بڑے بڑے لوگوں کے اسمائے گرامی آتے ہیں بڑی بڑی پائے کی ہستیاں اور عالم اسلام میں معروف ولی اللہ ہیں۔

لیکن جیسے ہی وہ آبادیاں چھوڑ کر جنگلوں کو گئے تنہائی میں رہے تو جس مقام پر وہ تھے اور لوگوں سے قطع تعلق کر لیا پھر اُس مقام سے آگے ترقی نہیں ہوئی پھر اُسی منزل میں اُسی مقام پر رہے اور وہیں اُن کی وفات ہوئی اُس کی وجہ یہ ہے کہ ترقی کے لیئے اطاعت اور اتباع سنت شرط ہے اور اتباع سنت اور اطاعت کے لیئے معاملات کا معاشرے میں ہونا شرط ہے آپ کا کسی سے تعلق ہو گا لین دین ہو گا۔ دوستی دشمنی ہو گی تو موقعہ آئے گا کہ اس کام کو حضورؐ کی سنت کے مطابق انجام دیں تو اگر آپ نے وہ سب کچھ چھوڑ دیا تو گویا وہ اطاعت کا موقع ہی ہاتھ سے چلا گیا اب کوئی کسی کے ساتھ بات ہی نہیں کرتا تو اُسے کیا ثواب ملے گا تبلیغ کرنے کا یا کیا سچ بولنے کا ثواب ملے گا یا اُسے کیا جھوٹ سے بچنے کا ثواب ملے گا۔

ایک شخص کسی کے ساتھ کاروبار ہی نہیں کرتا اسے دھوکا دینے یا نہ دینے کا موقع کب آئے گا۔ تو اب اُسے کیسے حاصل ہو سکے گا تمام معاملات جو ہیں وہ اپنے اندر یہ استعداد رکھتے ہیں۔

فرمایا میرے بندے جو ہیں وہ سارے امور سر انجام دیتے ہیں یہ جو غلط العام ہو گیا ہے تا کہ ولی اللہ کوئی عجیب شے ہوتے ہیں وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے ملتے ہیں جنگلوں میں رہتے ہیں تلاش کرنا پڑتا ہے وہ بات نہیں کرتے یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جتنا کامل ہو گا کوئی ولی اللہ اتنی اس کی زندگی عام ہوتی چلی جائے گی ایک تو بات ہوئی کہ کسی کے پاس منازل سلوک ہوں ہی نہیں یہ تو بات ہی اور ہے اور سالک ہو صاحب حال ہو اس کے پاس منازل ہوں اور اُن کا اس کو پورا پاس واحساس ہو معاملات میں کھرا ہو بات میں سچا ہو اور اُس کی زندگی ایک عام سطح پر آ جائے یہ اُس کے کمال کی دلیل ہے اور جتنی زندگی عام سطح سے ہٹ کر ہو گی اتنا اندازہ ہوتا رہے کہ ابھی منزل سے پیچھے ہے۔ جو منزل کے سد سوار پیادہ مےشود منزل پر پہنچنے والا سوار بھی پیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کاملین کی زندگی بالکل عام آدمی کی زندگی بن جاتی ہے جس میں اکثر لوگوں کو عام آدمی کو یہ دھوکا لگتا ہے کہ یہ کیسے صوفی ہو سکتا ہے یہ کیسے سالک ہو سکتا ہے نہ گوشے میں بیٹھتا ہے عام آدمی کی طرح کھاتا پیتا ہے عام آدمی کی طرح رہتا ہے تو سب سے کامل ہستی کائنات میں آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے آپ کی زندگی اتنی عام ہے کہ ہر مسلمان اُس کی اطاعت کا مکلف ہے کہ ہر چھوٹا بڑا عالم جاہل اُس کی پیروی کر سکتا ہے۔ تو فرمایا میرے بندے جو ہیں اُنہیں دنیا کے امور میری یاد سے میرے نام سے میری یاد نہیں روک سکتے نہ میری عبادات سے اُنہیں مانع ہوتے ہیں نہ معاملات میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

ادائے زکوٰۃ کا معاملہ براہ راست رب العالمین کے ساتھ ہے تو جو شخص خدا کے ساتھ معاملہ میں کھرا نہیں ہے۔ مخلوق کے ساتھ

کب کھڑا ہو سکتا ہے یعنی وہ عبادات میں کھڑے ہوتے ہیں اللہ کے بندے معاملات میں بھی کھڑے ہوتے ہیں اور ان سب کے ساتھ ہمہ وقت اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں تمام امورِ دنیوی بھی انجام دیتے ہیں اور پھر ان سب کا اثر یہ ہوتا ہے ذکرِ دوام کا اور حضوری کا اثر یہ ہوتا ہے یَخَافُوْنَ یَوْمَ یَتَکَلَّمُ اُس دن سے ہمیشہ ترساں اور لرزاں رہتے ہیں جس دن نہ دلوں میں قوت برداشت ہوگی اور نہ آنکھیں سیدھا دیکھنے کی جرأت کریں گی نہ نگاہیں اُٹھ سکیں گی اور نہ دل برداشت کر سکیں گے۔

اطاعتِ عجز سے معرفتِ باری حاصل ہوتی ہے

اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جتنی بھی اطاعت کی جائے جتنا بھی عجز کیا جائے جتنے بھی سجدے کیے جائیں۔ ہر سجدے پہ یہ واضح ہوتا ہے کہ میرا سجدہ اُس کی عظمت کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے جب معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے ہر تسبیح پہ ہر ذکر پہ ہر سجدے پہ یہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے کہ میں ساری عمر صرف سجدے کرتا رہوں اتنا طویل سجدہ کروں کہ ہزاروں برس میری عمر ہو اور لمحہ سجدے میں ہی بیت جائے تو پھر بھی اُس کی عظمت اور اُس کی شان بہت اعلیٰ بہت ورلیٰ الورلیٰ ہے اور اُس کی شان کے مطابق میرا سجدہ نہیں ہو سکتا۔

پھر وہ ایسی بارگاہ ہے جہاں صرف اکیلا میرا ہی کا سجدہ نہیں ہے وہاں صلحاء کے شہداء کے انبیاء کے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ملائکہ کے عرش و فرش کے اُس کے لیے تو من فی السمٰوات والارض ارض و سما کی ہر شئے سربسجود ہے اتنی کائنات کی اتنے کھڑے کھڑے سجدوں میں پھر انسان کو کو فنت دامن گیر ہو جاتا ہے کہ میرے سجدے کی حیثیت کیا ہوگی۔

ذکرِ دوام کی توفیق

فرمایا ذکرِ دوام نصیب ہوتا ہے عبادات کی توفیق ارزاں ہوتی ہے معاملات کھرے ہوتے ہیں اور یہ قرب اُنہیں پھر اس بات سے خوف زدہ کیے رہتا ہے کہ کہیں کسی کوتاہی کی بنا پر کسی گستاخی کی بنیاد پہ میرے دل میں کوئی خلل نہ واقع ہو جائے میں پیچھے نہ ہٹا دیا جاؤں۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ وَذَكَرَ

یہ توفیق تب ارزاں کرتا ہے ذکرِ دوام عبادات و معاملات میں حسن و ریٔ تب نصیب ہوتا ہے جب خدا چاہتا ہے کہ اُنہیں اِن کے عمل کا ضرور بدلہ دوں۔ عمل کم تر ہو اور عظیم تر اُس کا بدلہ دیا جائے اور اُس بدلے پہ اضافہ کرے اپنی مہربانی سے اپنی شان کے مطابق۔ تو جب دینے پہ آتا ہے تو اپنی شان کے مطابق عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ امیر آدمی تھے اُن کے ہاں نوکر ملازم سب کچھ ہوتا تھا کسی بوڑھیا نے سوال لیے وہ چھوٹا سا پیالہ لے کر آئی کہ مجھے شہد چاہیئے میرا بچہ بیمار ہے دوا کے لیے نہیں مل رہا۔ بازار سے خریدنے کی سکت نہیں ہے آپ نے خزانچی سے فرمایا اندر سے شہد کا مشکیزہ لاؤ چھوٹے چھوٹے مشکیزے اُنہوں نے بنا کر رکھے ہوئے تھے تو وہ لے آئے فرمایا اِس بوڑھیا کو دے دو۔ تو بوڑھیا چلی گئی خزانچی نے عرض کیا کہ حضرت اُس کے پاس پیالہ تھا اُسے ضرورت ہی اتنی ہے اُس کی حیثیت ہی اتنی ہے دوائی کے لیئے چاہیئے تھا

کون اسے اُس کے یہاں ہزاروں مہمان آرہے ہیں یا بادشاہ کا کھانا منع کر رکھا ہے اُس نے یا کسی کو پیش کرنا ہے تو آپ نے خواہ مخواہ اُسے مشکیزہ دے دیا۔ فرمایا ضرورت کی بات نہیں ہے بات تو حیثیت کی ہے اس کے لیئے وہ پیالہ بھی بڑی بات تھی بڑی جرأت کر کے ایک مانگ رہی تھی اُس کے لیئے پیالہ ایک خزانے سے کم نہیں تھا لیکن خدا نے مجھے اتنا دے رکھا ہے کہ مجھے مشکیزہ ہی دینا چاہیئے کیونکہ میرے گھر میں سینکڑوں مشکیزے ہیں تیرے پاس۔ تو اُس نے جو سوال کیا اُس نے اپنی حیثیت کے مطابق کیا اُس کی سوچ ہی اتنی تھی کہ اگر ایک پیالہ شہد مل جائے تو بڑی بات ہے لیکن مجھے اللہ سے حیا آئی کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق دوں جس طرح اللہ نے مجھے دے رکھا ہے اُس طرح سے دوں۔

جب خدا کے بندوں کا یہ حال ہے تو جب وہ خود دینے پر آتا ہے تو فرماتا ہے یہ تو فیض ہیں اِس لیئے ارزاں کرتا ہوں کہ میں اپنے بندوں کو لِیَجْزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا کہ اللہ اُن کے عمل کا بہترین پہلے تو اُس عمل کا بدلہ بہترین دے اور پھر اُس پہ زیادتی اور اضافہ عطا فرمائے من فضلِ ربّی اپنی مہربانی سے اپنی شان کے مطابق اپنی عطا کے مطابق۔ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ وہ جسے دینے پہ آتا ہے وہ حساب نہیں رکھتا کہ کس کو کتنا دے بے حساب ہی اتنا دیتا ہے کہ انسان اُس کے حساب سے عاجز آجاتا ہے انسان اُسے شمار نہیں کر پاتا۔ انسانی اعداد و شمار اُس کو متعین نہیں کر سکتے۔

ذکرِ الٰہی سے بیگانہ دل کا
ہر کام بے وزن ہو گا

اور یادِ الٰہی سے بیگانہ ہو جانا دل کا اُس کی یاد سے خالی ہو جانا والذین کفروا جنہوں نے کفر اختیار کیا اللہ کو بھول گئے اللہ کی عظمت کو قبول نہ کیا اُس کا اقرار نہ کیا اگر وہ بھلے کا کام بھی کرتے رہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کفر کے ساتھ نیکی نصیب ہی نہیں ہوتی لیکن اگر اتفاقاً وہ کوئی ایسا کام بھی کریں جس میں واقعی کوئی نیکی کا پہلو نکلتا ہو جیسے کافر بھی راستوں میں تالاب بنا دیا کرتے تھے غرباء کو خیرات دے دیا کرتے تھے ہسپتال بنا دیا کرتے تھے ایسے کام کئی کرتے تھے تو فرمایا اَعْمَالُہُمْ کَسَرَابٍ عمل کی جان ہے ایمان باللہ اور برکات الٰہیہ۔ ایک کام کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ کام آپ نے کیا وہی کام دوسرے شخص نے از خود کیا وہ خدا کو نہیں مانتا نہیں جانتا وہی کام کیا اور بالکل وہی کام کیا جس کے کرنے کا اللہ حکم دیا لیکن اُس کا کوئی اجر خدا کے ذمہ تو نہیں ہے خدا کو تو وہ مانتا ہی نہیں خدا کے لیئے تو اُس نے کیا ہی نہیں تو کفر کی مصیبت یہ ہے کہ کافر اگر نیکی بھی کرے تو فرمایا وہ سراب ہے جیسے پیاسہ تو دور سے دریا کی لہر سمجھتا ہے اور بڑا خوش ہوتا ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ ۔ ۔ ۔ ۔ شَیْئًا ۝

لیکن جب گرتا پڑتا وہاں پہنچتا ہے تو وہاں خاک ملتی ہے کچھ نہیں ملتا اسی طرح کافر اپنے بعض اعمال کو بڑی نیکی اور بڑا درجہ سمجھتا ہے اور گرتے پڑتے برزخ سے مار کھاتے میدانِ حشر میں جب پہنچیں گے اُنہیں پتہ چلے گا کہ اُس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں

وَوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ ۔ ۔ ۔ حِسَابَہٗ ۝

حساب اور اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں کھڑا پائیں گے اُن کے

حضورؐ کی حربی تربیت

(تحریر: کیپٹن حافظ غلام قادری)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انسانوں کی اس دنیا میں رہبانیت کا نام ہی دین رہ گیا تھا۔ مخلوق خدا سے اپنا تعلق توڑ لینا۔ مرغوبات اور لذائذ کو ترک کر کے پہاڑوں کی کھوہ اور دروں میں چھپ کر زندگی گزارنا ہی ان کا شغل تھا۔ دنیا نہ ان کے کام کی تھی اور نہ ہی وہ لوگ دنیا کے کسی کام کے ہوتے اور یا پھر مخلوق، خالق حقیقی کو بھول ہی چکی تھی۔ دل بہلاوے کے لیئے مخلوق میں سے ہی کوئی اپنا خالق اپنے ہاتھوں گھڑ کر اپنی قلبی و روحانی امیدوں اور جذبات کا اُسے مرکز بنا لیتے ہر مشکل میں ان خود ساختہ خداؤں کی دہائی دی جاتی۔

ایسے میں آپ تشریف لائے تو آپ نے رہبانیت کو للکارا ملوکیت کو خلافت سے بدل دیا دین و دنیا کی تفریق مٹا کر دونوں کا سنگم بنا دیا پہاڑوں اور غاروں کی بجائے مساجد اور کھلی اجتماعی کار است دکھلایا حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت واضح کی خدمت نفس اور خدمت خلق کو اخلاق و عبادت کا رنگ دیا اور مدنیت کو مساوات کے اصول عطا کیئے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک عدل پیدا کیا روحانی کے ساتھ جسمانی ضروریات کا بھی انتظام فرمایا توکل علی اللہ کے ذریعے جہاں قلوب میں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ پیدا کیا وہاں اس کے ساتھ اسباب کی دنیا میں رہتے ہوئے اسباب جمع کرنے اور انہیں اختیار کرنے کی بھی تربیت دی۔ کفر کے پنجہ جبر و استبداد سے خدا کی مخلوق کو آزاد کرانے اور علائے کلمۃ اللہ کی خاطر جاں نثاروں کی ایک زبردست جماعت تیار کی آپؐ ہی کی صحبت و تربیت سے یہ لوگ اس قابل ہوئے کہ قیصر و کسریٰ کی حکومت کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

ع قوت بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

اللہ کریم نے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (کفار کے حق میں وہ سخت ہیں) کے الفاظ میں صحابہؓ کی یہ خوبی بیان فرمائی ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قوی مسلمان اللہ کے نزدیک کمزور مسلمان سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔ آپؐ خود بھی لوگوں کو ورزش اور ایسے کاموں کے لیئے جوش دلایا کرتے تھے جن سے جسمانی قوت میں اضافہ ہو کیونکہ

دینِ مبین کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیئے جسم و روح دونوں کی تربیت لازمی ہے۔ اسلام اپنے پیرو کاروں کے لیئے دنیا اور آخرت ہر دو میں کامیابی کا متمنی ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان اپنی جسمانی اور ظاہری کمزوریوں کے سبب ایک مفلوج قوم بن کر اللہ کے دشمنوں کے ستم کا نشانہ بننے رہیں لہٰذا حدیث کی روشنی میں ہر وہ ورزش اور کھیل جائز ہے جس سے جسمانی قوت میں اضافہ ہو اور یہ کھیل تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرتے رہیں آپؐ کو گھوڑے کی سواری بہت پسند تھی آپؐ خود بھی بہت اچھے شہسوار تھے مدینہ کے باہر حصیاء اور ثنیۃ الوداع کے درمیان علاقہ میں گھوڑوں کی دوڑ کرائی جاتی تھی لمبی دوڑ پانچ چھ میل کی اور کبھی چھوٹی دوڑ ایک میل تک کروائی جاتی تھی (بخاری) گھوڑ دوڑ کا مقابلہ اور آگے نکل جانے والوں کو انعام بھی دیا جانا (مسند احمد) کبھی اونٹوں کی دوڑ بھی کروائی جاتی تھی۔ مسلمانوں کو تیر اندازی کا شوق دلانے کے لیئے آپؐ لوگوں کو دو جماعتوں میں بانٹ کر تیر اندازی کا مقابلہ کروایا کرتے (بخاری) حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے منبر پر فرمایا "کافروں سے لڑنے کے لیئے تم اپنی قوت جس قدر مضبوط کر سکتے ہو کرو، خبردار قوت تیر اندازی میں ہے خبردار قوت تیر اندازی میں ہے"۔ (اب تیر کی جگہ راکٹ اور میزائل وغیرہ نے لے لی ہے)

دوڑنا بھی چونکہ ایک زبردست ورزش ہے حضورؐ کے خود دوڑنے کے بھی واقعات ملتے ہیں آپؐ نے دوڑنے کے کئی مرتبہ مقابلے بھی کروائے۔ کئی صحابی دوڑنے میں بہت تیز تھے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ تیز دوڑنے میں سب صحابہؓ سے ممتاز تھے اور دوڑتے ہوئے گھوڑے سے بھی آگے نکل جاتے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا سواروں میں ابو قتادہؓ اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن الاکوعؓ ہیں۔ اس کے بعد انہیں پیدل اور سوار دونوں کے حصے عطا کیئے جاتے (ابنِ سعد II)

کُشتی لڑنے کے فن کو بھی آقاؐ سے سندِ قبولیت حاصل ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجے کی ورزش ہے عرب کے مشہور پہلوان رُکانہ نے محمدؐ عربی سے کُشتی میں ہار جانے کو اسلام کی شرط ٹھہرایا۔ آیا اور حضور سے کُشتی لڑی تو آپؐ نے اس کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا جسے فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ایک شخص ابوالاشدین جمحی بڑا مشہور پہلوان تھا اس قدر مضبوط قوی ہیکل کہ کسی جانور کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی مل کر بھی اگر اس کو کھینچنا چاہتے اور چمڑا پھٹ جائے تو اور بات لیکن اس کو جگہ سے ہٹایا نہ جا سکتا۔ اس قوی اُلجثہ (MULTI HEAVY WEIGHT) پہلوان نے حضورؐ کو چیلنج دیا کہ ہار جانے کی صورت میں میں آپ کا دین قبول کر لوں گا۔ آپ نے اس سے کُشتی لڑی اور کئی مرتبہ پچھاڑا لیکن ایمان تو اس کو نصیب نہ ہو سکا

اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو باقی مخلوق کی نسبت ہر خصوصیت میں ممتاز اور اعلیٰ صفات عطا فرماتے ہیں آپؐ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ آپؐ کے شاگردوں نے ہر محاذ اور ہر میدان میں بہادری کے جوہر دکھائے نہ صرف شیرِ خدا حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ یا حضرت خالدؓ اور سیف اللہ بلکہ ہر صحابیؓ اس فن میں بھی یکتا تھا جہاد کرنے یا غازی یا شہید کا مرتبہ پانے کے لیئے جنگی فنون بڑی محنت سے سیکھے اور سکھائے

جاتے۔ جنگ یرموک حضرت زبیر بن العلوم اپنے دس سالہ بیٹے کو بھی جنگ کے لیئے لے گئے۔ گھوڑے پر سوار کر کے عبداللہ رض کو لشکر کی آخری لائن میں قریب کھڑے کسی سوار کے حوالے کر دیا تاکہ یہ بچہ ابھی سے لڑائی اور اس کے متعلق فنون سے خوگر ہو اس کی گھبراہٹ دور ہو جائے اور اس میں جراءت و بہادری کے جوہر پیدا ہوں (البدایہ ۱۱/۲۲)۔ غزوہ اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکین کا جھنڈا لیئے میدان میں آگے بڑھا اور مقابلے کے لیئے آواز دی لوگ اس کے مقابلے سے ذرا گھبرا رہے تھے (یونس بن اسحاق) حضرت زبیر رض اس کے مقابلے کے لیئے نکلے یہ شخص اونٹ پر سوار تھا۔ انہوں نے چھلانگ لگا دی اور اسی کے اونٹ پر اُس کے پیچھے سوار ہو گئے اور طلحہ کو دھکیل کر نیچے گرایا اور پھر قتل کر دیا۔ حضور نے حضرت زبیر رض کی تعریف فرمائی (البدایہ) ۱۵ھ میں قادسیہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کی فوجیں لائن کی طرف بڑھ رہی تھیں اثنے میں ایک مضبوط و مستحکم جگہ بہرہ شیر۔ جہاں کسریٰ کا ایک خاص شکاری شیر رہتا تھا وہاں سے مسلمانوں کا گزر ہوا تو ایرانیوں نے اس شیر کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیئے چھوڑ دیا۔ شیر اللہ کے شیروں پر جھپٹا حضرت سعد رض کے بھائی ہاشم رض ہر اول دستے کے کمانڈر تھے آگے بڑھے اور شیر پر تلوار سے وار کر کے اُس کو وہیں ڈھیر کر دیا حضرت سعد رض نے خوش ہو کر اُن کی پیشانی چوم لی۔ جیرہ کی لڑائی میں ایرانیوں کے تین سو ہاتھیوں نے مسلمان افواج کو روندنا شروع کر دیا گھوڑے بدکنے لگے ابو عبیدہ رض نے ہاتھیوں پر حملہ کا حکم دیا ایک سفید ہاتھی مست ہو کر مسلمانوں کو پاؤں تلے روندنے لگا ابو عبیدہ رض نے آگے بڑھ کر ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی ایرانی فوج سالار لشکر کی اس جراءت پر ششدر رہ گئی ہاتھی چنگھاڑا اور ابو عبیدہ رض کو پاؤں تلے روند ڈالا فوراً دوسرا تیسرا، چوتھا یکے بعد دیگرے کئی مجاہد جھپٹے چار مجاہدین کی شہادت کے بعد سات مجاہدوں نے ملکر حملہ کیا اور ہاتھی کو وہیں ڈھیر کر دیا۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

قادسیہ کی جنگ کے تیسرے روز (یوم العماس) حضرت عمر بن معدی کرب نے تنہا ایرانی لشکر پر حملہ کر دیا اور نہ معلوم کتنے پہلوانوں کو واصل جہنم کیا

قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال
یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیر

ایرانی لشکر نے یہ حشر دیکھا تو سب نے مل کر حملہ کر دیا مشرکین ہزاروں نہیں لاکھوں اور ادھر اللہ کا یہ سپاہی محمد رسول اللہ کا شیدائی تنہا۔ لیکن یہ تنہا کب ہوتے تھے اللہ کی معیت ہر لحہ انہیں حاصل تھی لڑتے بھڑتے رہے آخر ان کا گھوڑا مارا گیا دشمن نے اب موقعہ غنیمت جان کر اپنی کوششیں تیز کر دیں ایک ایرانی سوار حملہ آور ہوا حضرت عمر نے اپنے آپ کو اس کے حملہ سے بچایا اُن کے ہاتھوں میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ آگئی پکڑ کر کھڑا کر لیا سوار کو جان کے لالے پڑ گئے تیز چھلانگ ماری اور بھاگ گیا۔ مرد مجاہد نے جست لگائی پھر سوار ہو کر دشمن کے مقابل ہوا ایک تیر انداز نے ایسا تیر کھینچ مارا جو زرہ بکتر سے گزر کر جسم میں گڑھ گیا غصے سے جھنجھلائے پلٹ کر اس پر حملہ کیا کمربند میں ہاتھ ڈالا، اُٹھایا اور سر کے اوپر سے گھما کر زمین پر پٹخا۔ ایسا پٹخا کہ اس کا سانس ہمیشہ کے لیئے بند ہو گیا (از رزم حق و باطل) یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارہ

قسط اوّل　　　نسیم ملک

قافلے دِل کے چلے

اس سال فروری میں جب حضرت المکرم مدظلہ العالی عمرہ سے واپس تشریف لائے تو اور احباب کے علاوہ مجھے بھی اسلام آباد ایرپورٹ سے دارالعرفان تک شرفِ ہم رکابی رہا۔ وہاں سے واپسی پر جناب کرنل مطلوب صاحب اپنی کار میں پنڈی تک لیتے آئے۔ راستے میں انھوں نے بتایا کہ اس دفعہ دربارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے امریکہ جانے کا حکم ملا ہے۔ پھر وہ اپنی جماعت کی تشکیل کرنے لگے۔ میں نے دبی دبی زبان سے عرض کیا کہ مجھے بھی شامل فرمالیں۔ حسبِ معمول روکھا سا جواب "ملاؤ دیکھیں گے۔"

دراصل کرنل صاحب سے میری سپیشل رشتہ داری ہے۔ ۱۹۷۵ء میں جب ربّ کریم نے اپنی کمال رحمت سے مجھے پہلی مرتبہ اِس مبارک سلسلے کے سالانہ اجتماع میں شمولیت کی سعادت بخشی تو جناب کرنل صاحب دلائل السلوک کا انگریزی ترجمہ کر رہے تھے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ان کی معاونت پر مامور فرمادیا۔ معاونت تو خیر میں کیا کر پاتا، البتہ اتنا ضرور کیا کہ کبھی ان کے لیے سکول کی دھریکوں کے نیچے چارپائی ڈال دی۔ کینٹین سے ان کے لیے دودھ لے آیا۔ لغت سے ایک آدھ لفظ ان کو دیکھ دیا اور سارا دن ساتھ بیٹھ کر انہیں دبا کے ڈسٹرب کیا۔ ان دنوں بڑے مزے تھے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ خوش تھے، آپ کی صحت اچھی تھی۔ صحبتِ شیخ کی مبارک محفلیں بڑی طویل ہوا کرتیں۔ پھر مغرب کے بعد ذکر کی محفلیں محفل جس میں آپ چند خوش قسمت احباب کو آقائے نامدار حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ اقدس پر روحانی بعیت کرایا کرتے۔ عشاء کے فوراً بعد سکول کے صحن میں بچھی دریوں

صحبتِ شیخ کی مبارک محفلیں بڑی طویل ہُوا کرتیں۔

نمعلوم اس وقت ان پتھروں کی نوکیں کہاں غائب ہوجاتیں اور وہ اتنے نرم کیوں ہوجاتے تھے

پر ناہموار سنگلاخ پتھروں کی گود میں اس مزے کی نیند آتی کہ جس کی لذت تا حال تازہ ہے۔ نمعلوم اس وقت ان پتھروں کی نوکیں کہاں غائب ہوجاتیں اور وہ اتنے نرم کیوں ہوجاتے تھے — صبح نیم خوابیدہ حالت میں تہجد اور ذکر کی طویل محفل جس کے مراقبات کے دوران نسیم سحر مجھے خواب آور تھپکیاں دیتی رہتی۔ خدا بھلا کرے کرنل سرور صاحب کا جنہوں نے ایک دفعہ یہ انکشاف فرمایا کہ اگر شیخ کے ساتھ ذکر کر رہے ہوں اور مراقبات کے دوران نیند آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ روح خود بخود منازل طے کرتی رہتی ہے — ایسی بزرگانہ نصیحتیں میں بڑی برخورداری سے یاد رکھتا ہوں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں

ان دنوں میں بڑا خوش تھا۔ سارا دن جناب کرنل صاحب کی صحبت بسر ہوتی، وہ ترجمہ کرتے اور میں ان کے سنگ لہرے کرتا۔ وہ بھی بڑے خوش تھے کہ ایک JACK OF ALL TRADES قسم کا برخوردار، اللہ دین کے جن کی طرح ہر وقت خدمت بجالانے کو تیار ملتا پھر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے سلسلے میں جناب کرنل صاحب کی معیت میں بڑے طویل سفر کیے۔ وہ پچھلی سیٹ پر سو جاتے اور میں ڈرائیو کرتا رہتا۔ رات کے تقریباً بارہ بجے میں آواز دیتا کہ جناب آپ تشریف لے آئیں۔ مجھے ایک کی بجائے دو دو سڑکیں نظر آرہی ہیں۔ لیکن جیسے جیسے ان کے نورِ بصیرت میں اضافہ ہوتا گیا اور میرے اصل جوہر اُن پر کھلنا شروع ہوئے، اُن کا رویّہ بھی زیادہ حقیقت پسندانہ ہوتا گیا — اور پھر جب وہ سلسلہ عالیہ کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوگئے تو مجھ جیسے نالائق کی سمع خراشی کے لیے وقت نکالنا اُن کے لیے ناممکن ہوگیا

اب تو یہ حال ہے کہ اُن کے پاس جاتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے کوئی رنگروٹ اپنا کورٹ مارشل کرانے جا رہا ہو۔ ایک مرتبہ میں نے دبے دبے الفاظ میں شکایت کی تو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں

> دل چاہا کہہ دوں کہ جھاڑ کی اتنی
> دبیز تہہ کے اُس پار دیکھنے کے لیے تو
> FOG لائٹ اور دُوربین دونوں درکار ہیں

اِس جھاڑ کے پیچھے محبّت نظر نہیں آتی۔ دل چاہا کہہ دوں کہ جھاڑ کی اتنی دبیز تہہ کے اُس پار دیکھنے کے لیے تو FOG لائٹ اور دوربین دونوں درکار ہیں۔ اب میں نے بھی اندازہ کر لیا ہے کہ جس معاملے میں وہ جتنی زیادہ روکھائی سے پیش آئیں، اُس کے حل ہونے کے امکانات اُتنے زیادہ روشن ہوتے ہیں اس لیے جب اُنہوں نے فرمایا کہ" دیکھیں گے تو میں نے اندازہ لگایا کہ ساتھ جانے کے امکانات تقریباً قطعی ہیں۔

ہمت میں نے بھی نہ ہاری اور ہر اکا بر ساتھی سے دعا کی درخواست کرتا رہا۔ حاجی الطاف صاحب کو تو میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جناب دعا میں جتنا زور لگ سکتا ہے لگائیں اور تو اور اپنے اس شوق میں ایک آدھ مرتبہ جناب کرنل صاحب کو بھی دعا کے لیے کہہ گیا۔

اِس شوق کا اصل محرک یہ تھا کہ جب میں ۱۹۷۸ء میں امریکہ گیا تو وہاں ایک خواب دیکھا جو میں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں لکھ بھیجا تھا۔ آپؒ نے جو اس کی تعبیر فرمائی اس سے اشارہ ملتا تھا کہ انشاءاللہ جب امریکہ میں سلسلہ عالیہ کی ترویج ہوگی تو اس عظیم کوشش سے میرا بھی حقیر سا تعلق ہوگا۔

آخر مارچ میں جناب کرنل صاحب نے پروگرام کی تفصیلات و جزئیات طے کرنے کے بعد مجھے بھی رختِ سفر باندھنے کا نوٹس دے دیا۔ وفد کے ارکان میں حضرت المکرم مدظلہ العالی کے علاوہ جناب کرنل صاحب، جناب امان اللہ ملک صاحب اور میں شامل تھے۔ پہلے پروگرام بنا تھا کہ دارالعرفان کے سالانہ اجتماع کے خاتمے پر اگست میں روانگی ہو، مگر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر عید الفطر کے فوراً بعد روانگی کا فیصلہ

> **وفد کے سب سے غیر اہم رکن**
>
> **کے ویزے سب سے**
>
> **پہلے مکمّل ہوئے۔**

ہُوا۔ پروگرام یہ بنا کہ ۲۹ مئی کو سویڈن روانہ ہوں، وہاں سے ۴ جون کو امریکہ روانگی۔ امریکہ پندرہ دن قیام کے بعد واپس برطانیہ۔ یہاں ۴ دن رہنے کے بعد ۲۴ جون کی صبح واپس اسلام آباد پہنچ جائیں۔

رمضان المبارک شروع ہو چکا تھا میں نے ایک ہفتے کی رخصت لی۔ اسلام آباد آ کر چاروں ویزے لگوائے اور واپس پشاور چلا گیا۔ ویزے لگنے کی ترتیب بڑی دلچسپ

مجھے ایسا لگا جیسے میں
اپنی تمام پریشانی
پشاور پلیٹ فارم پر
ہی چھوڑ آیا ہوں

رہی۔ وفد کے سب سے غیر اہم رکن یعنی میرے ویزے سب سے پہلے مکمل ہوئے۔ پھر جناب امان اللہ ملک صاحب اور جناب کرنل صاحب کے ویزے لگے جبکہ حضرت المکرم مدظلہ العالی کے ویزے روانگی سے صرف ایک روز قبل مکمل ہوئے۔

جمعۃ الوداع پڑھنے دار العرفان حاضر ہوا تو جناب کرنل صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سویڈن کو بوجہ پروگرام میں سے خارج کر دیا تھا۔ نئے پروگرام کے مطابق ۴؍جون کو امریکہ براستہ برطانیہ روانگی اور ۲۴؍جون ۱۹۸۷ء کی بجائے ۲۵؍جون کو واپسی۔

یکم جون کو میری اہلیہ بیمار پڑ گئی اور روز بروز اس کی علالت بڑھتی گئی۔ تین جون کو اسے ہسپتال داخل کرانا پڑا۔ ڈاکٹر نے اس کی صحت کے متعلق کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ گھر میں چھوٹے بچے اکیلے تھے۔ کافی پریشانی ہوئی کہ نہ معلوم میری غیر موجودگی میں کیا ہو۔ بہر حال میں نے ڈاکٹر کو اپنے دورے کا بتایا اہلیہ کو اللہ کے سپرد کیا اور رات ساڑھے نو بجے خیبر میل میں پنڈی کے لیے بیٹھ گیا۔ جیسے ہی ٹرین نے اسٹیشن چھوڑا، میرے ساتھ ایک عجیب بات ہوئی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں اپنی تمام پریشانی پشاور پلیٹ فارم پر ہی چھوڑ آیا ہوں۔ ایک عجیب سے سکون و اطمینان کا احساس ہونے لگا۔ میں نے آرام سے عشاء پڑھی۔ تقریباً پانچ گھنٹے نہایت مزے سے سویا۔ پنڈی اتر کر ٹیکسی پکڑی اور صبح دو بجکر چالیس منٹ پر اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ مہمانوں کے کمرے میں راجہ یوسف صاحب آرام کر رہے تھے انہیں جگایا، تھوڑی ہی دیر میں حضرت المکرم مدظلہ العالی تشریف لے آئے۔ اہلیہ کی

کسٹم والوں نے ہمارا سامان چیک کیے
بغیر شکریہ جناب کہہ کر ہمیں امیگریشن
والوں کے حوالے کر دیا۔ میں نے دل ہی دل
میں اس امتیازی سلوک کو نوٹ کیا۔

خیریت دریافت کی، مسکرائے اور بہت تسلّی دی۔ سحری کے ذکر میں کافی احباب شامل ہوئے۔ نماز کے بعد جب حضرت المکرم مدظلہ العالی دعا مانگ چکے تو جناب لک صاحب نے میری اہلیہ کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی ۔۔۔ حضرت المکرم مدظلّہ العالی نے کافی طویل خصوصی دعا فرمائی جو میرے لیے بے حد اطمینان قلب کا باعث بنی۔

پرواز کا وقت تقریباً ساڑھے سات بجے تھا۔ نماز کے بعد تیاری شروع کی۔ مجھے رابطہ آفیسر کی ڈیوٹی سونپی گئی۔ تمام پاسپورٹ ٹکٹ اور صحت سرٹیفکیٹ میرے حوالے کر دیے گئے۔ دعا کے بعد قافلہ ایئر پورٹ روانہ ہوا حضرت المکرم مدظلّہ العالی کو خدا حافظ کہنے بہت سے احباب ایئر پورٹ پر جمع ہو گئے تھے۔ ان سے اجازت لینے کے بعد ہم اندر چلے گئے۔ سب سے پہلے کسٹم سے پالا پڑا۔ جس بے رحمی سے وہ حضرات مسافروں کا سامان کھول کر دیکھ رہے تھے، اسے دیکھ کر میں دل ہی دل میں یہ اندازہ لگا تا رہا کہ اگر ہمیں اپنا بڑا بکس جس میں ہم نے کتابیں ٹھونس ٹھونس کر بھری تھیں، وہاں کھول کر چیک کرا کے دوبارہ بند کرنا پڑا تو پرواز کے نکل جانے کا کافی خطرہ ہے۔ ہماری باری آئی، انہوں نے ایک نظر ہمیں دیکھا، دوسری نظر ہمارے سامنے پڑے سامان پر ڈالی۔ ہم نے ایک بیگ کھول کر اوپر سے دکھایا کہ باقی سامان میں بھی اسی طرح کی دینی کتب ہیں۔ انہوں نے بغیر ایک لفظ کہے سامان کو پاس کیا۔ بیگیج کلیم ٹکٹ ہمیں دیئے اور شکریہ جناب کہہ کر ہمیں امیگریشن والوں کے حوالے کر دیا۔ میں نے دل ہی دل میں اس امتیازی سلوک کو نوٹ کیا۔ اندر بورڈنگ کارڈ اور سیٹ نمبر لینے کی باری آئی تو جناب لک صاحب نے از خود یہ ڈیوٹی سنبھال لی اور انہیں فرمایا کہ چار اکٹھی سیٹیں دے دو۔ مجھے ذرا سا خدشہ ہوا کہ بڑے جہاز میں چار سیٹیں عین وسط میں ہوتی ہیں جن میں انسان بالکل پھنس کے رہ جاتا ہے مگر پاسِ ادب سے خاموش رہا۔ ڈیوٹی کی اس تبدیلی کی ہڑبونگ میں جناب کرنل صاحب کا صحت سرٹیفکیٹ بھی کہیں کھو گیا۔ مگر اس سارے سفر میں کسی نے ایک بار بھی ہم سے یہ سرٹیفکیٹ نہیں مانگے ۔۔۔ اور ہم اپنی صحت سمیت تمام سرٹیفکیٹ بخیر و عافیت واپس لے آئے۔

ہم اندرونی روانگی کے لاؤنج میں چلے گئے برٹش ایرویز کی لندن پرواز میں زیادہ تر پاکستانی تھے جن میں کثیر تعداد آزاد کشمیر کے حضرات کی تھی جناب لک صاحب مسافروں کے تجزیئے اور

مشاہدہ تو بڑی دور کی بات ہے مجھے آج تک کبھی انوارات بھی نظر نہیں آتے

ڈیوٹی فری شاپ کے معائنے کے لیے نکل گئے۔ جناب کرنل صاحب ایک صوفے پر نیم دراز ہو گئے اور میں حضرت المکرم والے صوفے پر ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور یہیں سے میرے ساتھ گڑبڑ کا آغاز ہوا۔ خداوند کریم کی رحمت بیکراں کے طفیل مجھے اس مبارک سلسلے میں تیرہ سال ہو گئے ہیں۔ اس دوران کشف اور مشاہدات تو بڑی دور کی بات ہے مجھے آج تک کبھی انوارات بھی نظر نہیں آئے۔ بسا اوقات احباب بڑی اچھی کیفیات کا ذکر کرتے ہیں جو دوران ذکر یا صحبت شیخ میں ان پر وارد ہوتی ہے مجھ پر آج تک ایسی کوئی کیفیت بھی وارد نہ ہو سکی۔ شروع شروع میں کافی حسرت کا احساس ہوتا مگر پھر میں نے اپنے آپ کو ایک GONE CASE سمجھ کر اپنی اس بے کیفیتی کو ایک کیفیت کا نام دے کر اسے زبردستی اپنے اوپر طاری کر لیا اور اسی میں مگن رہنے لگا۔ اب حضرت المکرم کے ساتھ بیٹھے ہوئے جب اچانک غیر متوقع طور پر مجھے کچھ ہوتے لگا تو میں چونک گیا۔ مجھے اپنے سارے وجود میں ایک مثبت سی کیفیت کا احساس ہونے لگا۔ جیسے آپ ایک رس گلے کو شیرے میں چھوڑ دیں تو وہ از خود رس جذب کرتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے وہ کیفیت مجھے اپنے رگ و ریشے میں جذب ہوتی محسوس ہوئی۔ ایک ہلکی ہلکی بے نام سی لذت!

> **رس گلّے کو شیرے میں**
>
> **چھوڑ دیں تو وہ**
>
> **از خود رس جذب**
>
> **کرتا رہتا ہے!**

اگرچہ مجھے اپنی بساط کے مطابق اس دورے کی اہمیت کا احساس تھا لیکن میں نے یہ کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے دوران خود میرے ساتھ بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ میں محو گفتگو اور رس گلّے میں شیرہ جذب ہوتا رہا۔

جمبو میں عام طور پر پانچ کمپارٹمنٹ ہوتے ہیں سب سے اگلا فرسٹ اس سے پیچھے سپر کلب اور اس کے پیچھے دو اکانومی کلاس۔ سپر کلب کے اوپر دوسری منزل پر سپر کلب کا ایک اور کمپارٹمنٹ ہوتا ہے۔ پاکستان اور اس طرح کے دوسرے ممالک کی پروازوں میں نیچے والے

جناب لک صاحب نے جہاز کے عملے اور مسافروں سے ان کا انٹرویو شروع کر دیا

سپر کلب کی بجائے اکانومی کلاس ہوتی ہے۔ اکانومی کلاس کی ایک قطار میں دس نشستیں ہوتی ہیں۔ چار بیچ میں اور دونوں طرف تین تین۔ ہم جہاز پر سوار ہوئے اور حسب خدشہ آخری کمپارٹمنٹ کی درمیانی چار سیٹوں میں پھنس گئے۔ آٹھ بجکر بیس منٹ پر جہاز نے ٹیک آف کیا۔ راستے میں ابوظہبی اور دوحہ اُترنا تھا۔ پرواز کے تھوڑی ہی دیر بعد ناشتہ ملا۔ مجھے محسوس ہوا کہ

کر دیا۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی کو لے کر میں وہاں چلا آیا۔ جناب لک صاحب نے جہاز کے عملے اور مسافروں سے رابطہ بلکہ ان کا انٹرویو شروع کر دیا۔ جناب کرنل صاحب نے سیٹیں خالی پاکر سر کے نیچے تکیہ رکھا اور فوراً سو گئے۔

نئی سیٹوں پر حضرت المکرم مدظلہ العالی نے کافی آرام محسوس کیا۔ کچھ دیر ہم جہاز کی پرواز کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ جہاز والوں نے

جو پتھر کسی عمارت کی بنیادوں میں لگتے ہیں،

وہ بے حد مضبوط، ٹھوس اور بے لچک ہوتے ہیں۔

حضرت المکرم مدظلہ العالی اس سیٹ پر زیادہ آرام محسوس نہیں فرما رہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں بہتر سیٹ کے لیے کوشش کروں۔ آپ کی رضامندی پاکر میں نے ایک سٹیورڈ (ہوائی میزبان) کو پکڑا اور اسے کہا کہ ایک مریض کے لیے کہ جسے AGORAPHOBIA (تنگ جگہوں کا خوف) ہے۔ کھڑکی کے قریب سیٹ چاہیئے۔ دراصل میں تنگ کی بجائے کھلی جگہیں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کچھ میری غیر مانوس شکل مگر زیادہ اس مشکل لفظ سے مرعوب ہو کر اس نے فوراً کھڑکی کے ساتھ تین سیٹوں کا بندوبست

فلم دکھانی شروع کر دی تو حضرت المکرم مدظلہ العالی نے آنکھیں بند کر لیں۔ سیٹ کو پیچھے کیا اور سو گئے۔ میں نے بھی کچھ دیر آرام کرنے کی کوشش کی۔ نیند نہ آئی۔ دیکھا تو حضرت المکرم مدظلہ العالی بھی جاگ رہے تھے۔ میں نے اُٹھ کر آپ سے باتیں شروع کر دیں۔ دوران گفتگو میں نے آپ سے عرض کیا "میرے ناقص خیال میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے پائے کا صوفی کامل اس اُمت مرحومہ میں شاید ہی کوئی گزرا ہو۔ آپ کی حیات طیبہ میں امریکہ کے احباب کا آپ سے رابطہ بھی قائم ہو گیا تھا مگر اس کی کیا وجہ ہے

کہ آپ کی مبارک زندگی میں عملی طور پر اس کام کی بنیاد نہ رکھی جا سکی اور یہ دورہ جس پر آج ہم جا رہے ہیں، یہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کیوں مرتب نہیں ہو سکا؟"

حضرت المکرم مدظلہ العالی نے اس سوال کا بڑے بسط کے ساتھ جواب ارشاد فرمایا۔

عام طور پر معنوی کیفیات

نسبتاً مضبوط لوگوں

کو عطا ہوتی ہیں

آپ نے فرمایا: "اس سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ رب کریم کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت متعین ہوتا ہے۔ وہ کام صرف اسی وقت پر ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ جو پتھر کسی عمارت کی بنیادوں میں لگتے ہیں وہ بے حد مضبوط، ٹھوس اور بے لچک ہوتے ہیں۔ مگر وہ اینٹیں جو دیواروں میں استعمال ہوتی ہیں، وہ اس قدر مضبوط نہیں ہوتیں بلکہ ان میں ایک گونہ لچک ہوتی ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی عمارت کی بنیاد اٹھائی ہے آپ کا ایک خاص مزاج تھا۔ جس میں بے حد مضبوطی اور قوت تھی۔

یہ جو کام اب ہمارے سامنے ہے اس کو سرانجام دینے کے لیے قدرے نرمی اور لچک کی ضرورت ہے۔ دیکھو نا! حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر بے نماز کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے سے اجتناب فرمایا۔ اس جہاز میں کھانے کے لیے جو الم غلم ملتا ہے آپ اسے کیسے تناول فرماتے۔ آپ کی زندگی تقویٰ اور پاکیزگی کا ایک مرقع تھی۔ امریکہ کو تو چھوڑو چھوٹے سے جہاز میں جو نحوست ہے آپ اسے کیسے برداشت کر پاتے۔ پھر آپ اگر امریکہ تشریف لے جاتے تو وہ جو بے دینی، عریانی اور فحاشی کا سیلاب ہے وہ آپ کے لیے کس قدر اذیت کا باعث ہوتا۔ اس لیے آپ کو اس اذیت سے محفوظ رکھا گیا۔ پھر پچھلے عمرے

ابوظہبی میں سنگترے کے جوس کے

دو گلاسوں کا بل چار ڈالر یعنی

۶۸ روپے پاکستانی

کے دوران جو تمام سلاسل تصوف کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیا گیا تھا اس سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے کہ اب یہ برکات انشاء اللہ تمام دنیا تک پھیلیں گی اور ان کی ترویج و تقسیم کا فریضہ

بحمد اللہ اس احقر کے سپرد کیا گیا ہے"
اِس کے علاوہ میں نے حضرت المکرم مدظلہ العالی سے ان ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا کہ جو سلسلہ عالیہ میں کچھ مدّت سے ہیں مگر انہیں کسی طرح کا کشف یا مشاہدات و کیفیات حاصل نہیں ہیں۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی نے اس کا جواب یوں مرحمت فرمایا!

"یہ غیر صحیح ہے کہ کچھ ایسے احباب ہوں گے کہ جنہیں کسی طرح کی کیفیات حاصل نہیں ۔ کسی نہ کسی طرح کیفیات لازماً ہر ساتھی کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ کچھ پر ان کا اظہار محسوس طریقے سے کشف و مشاہدات کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور کچھ پر یہ غیر محسوس اور معنوی صورت میں وارد ہوتی ہیں۔ ذکر اللہ کی وجہ سے عقیدے کی درستی، نیکی سے محبّت اور بُرائی سے غیر شعوری نفرت پیدا ہو جاتی ہے کیا یہ بذاتِ خود کیفیات نہیں ؟ پھر بعض ساتھیوں میں حق بات کو پہچاننے اور سمجھنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بذاتِ خود ایک بہت مثبت کیفیت ہے۔ عام طور پر معنوی کیفیات نسبتاً مضبوط لوگوں کو عطا ہوتی ہیں۔"

جہاز نے ابوظہبی کے لیے اترنا شروع کر دیا۔ باہر کی رنگینی زمین تپتی نظر آ رہی تھی۔ اترنے کے بعد جہاز کے ایئر کنڈیشنر بند کر دیئے گئے جس سے اندر کافی حبس اور گرمی ہو گئی۔ جناب کرنل صاحب جاگ چکے تھے اور لک صاحب بھی جہاز گشت سے فارغ ہو کر ہمارے پاس آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ دوحہ کے لیے محو پرواز ہو گئے۔ ابوظہبی میں جہاز سے باہر ایئرپورٹ تک جانے کی اجازت تھی۔ ہم باہر آئے تو ایک آدمی حضرت المکرم مدظلہ العالی سے ملا۔ کہنے لگا۔ میں نے آپ کے پچھلے دورے میں آپ کی تقریر سنی تھی۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی نے رب کریم کا شکر ادا کیا کہ سلسلے کی برکات اس حد تک پھیل رہی ہیں کہ تقریباً ہر جگہ پر کوئی نہ کوئی ہمیں اس نسبت سے پہچانتا ہے۔ لک صاحب حسب معمول ڈیوٹی فری شاپ اور بقیہ ایئرپورٹ کے معائنہ کے لیے نکل گئے۔ جناب کرنل صاحب کو بھی ہمراہ لے گئے حضرت المکرم مدظلہ العالی اور میں جوس پینے ریسٹوران گئے۔ سنگترے کے دو گلاس جوس کے لیے چارڈالر بل آیا۔ میں نے سترہ سے ضرب دی تو چونتیس روپے فی گلاس کافی مہنگا محسوس ہوا۔ اسی دوران لک صاحب بھی جناب کرنل صاحب کو لیے آ پہنچے۔ میں نے ان کے لیے جوس

جہاز کے عملے سے جناب لک صاحب کی شناسائی ان کے کافی کام آئی

کا آرڈر دیا اور حضرت المکرم مدظلہ العالی کے ہمراہ ریستوران سے باہر نکل آیا۔ چونتیس روپے فی گلاس کی ادائیگی کے بعد جب لک صاحب سے جہاز میں ملاقات ہوئی تو اکھڑے اکھڑے سے محسوس ہوئے۔

دوحہ کے بعد تقریباً ۷ گھنٹے کا سفر تھا جہاز والوں نے فلم دکھائی اور ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ جہاز کے عملے سے جناب لک صاحب کی شناسائی ان کے کافی کام آئی۔ ان کی سیٹ کے نیچے سے چائے اور کافی کے گیارہ استعمال شدہ کپ برآمد ہوئے۔ ان سے پیشتر جو کپ واپس جا چکے تھے، وہ ان کے علاوہ تھے۔

شام کے تقریباً چھ بجے ہیتھرو ایئرپورٹ پر اترے۔ امیگریشن سے فارغ ہو کر سامان حاصل کیا اور آرام سے کسٹم والوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے باہر نکل آئے۔ کسی نے سامان کے متعلق نہ پوچھا۔ لندن میں رات کا قیام جناب کرنل صاحب کے چھوٹے بھائی مقصود صاحب کے ہاں تھا۔ باہر نکل کر دیکھا تو مقصود صاحب ندارد۔ لک صاحب نے موقع غنیمت جانا۔ اپنی جناح کیپ سر پہ سجائی اور سیر کے لیے نکل گئے۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ جناب کرنل صاحب اپنے سبز بالوں کو فون کرنے چلے اور میں برٹش ایرویز کے کاؤنٹر پر گیا تاکہ اگلے دن کی نیویارک فلائٹ کی سیٹیں اور مسلم کھانا کنفرم کر لوں۔ تھوڑی دیر میں ہم سب حضرت المکرم مدظلہ العالی کے پاس واپس جمع ہوگئے اور مقصود صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ مقصود صاحب تقریباً ساتھ بجے پہنچے۔ کہنے لگے میں نے جہاز کے متعلق دو مرتبہ فون کیا تھا اور دونوں مرتبہ یہ بتایا گیا کہ جہاز دو گھنٹے لیٹ یعنی آٹھ بجے متوقع ہے۔ میں تو اس اندازے سے ایک گھنٹہ پہلے آگیا ہوں ہم نے فالتو سامان وہیں ایئرپورٹ پہ جمع کرایا اور مقصود صاحب کی کار میں ان کے گھر پہنچ گئے۔ ان کا گھر تقریباً ۴۵ منٹ کی مسافت پر تھا۔ ابھی تک سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ ظہر قضا کے بعد عصر پڑھی۔ ذرا سی دیر میں مغرب کا وقت ہو گیا نماز کے بعد کھانا کھایا۔ عشاء پڑھی ذکر کیا اور آرام کے لیے لیٹ گئے۔

صبح ڈاکٹر رشید صاحب اور منیر صاحب تشریف لے آئے۔ اُن سے واپسی پر لندن کے پروگرام کی منصوبہ بندی ہوئی۔ ناشتے کے بعد منیر صاحب کی کار میں ایئرپورٹ آئے۔ اا بجے کے قریب نیویارک کے لیے محوِ پرواز ہوئے۔

نیویارک لندن سے پانچ گھنٹے پیچھے ہے

شاید سب سے بڑی پہچان اور سب سے بڑا

رشتہ یہی نسبت ہوتی ہے ۔۔!

تقریباً ۷ گھنٹے بحرِ اوقیانوس کے اوپر سفر تھا ۔ نیو یارک لندن سے پانچ گھنٹے پیچھے ہے ۔ اس لیے جب نیو یارک پہنچے تو دن کا ڈیڑھ بجے تھا ۔ جہاز سے نکلنے کے لیے دو قطاریں بنیں ۔ میں ایک قطار میں جلد آگے نکل گیا ۔ جب تک حضرت المکرم مدظلہ العالی باہر تشریف لائے ، میں اس وقت تک فارغ ہو کر سامان حاصل کر چکا تھا اور کسٹم کاؤنٹر کے سامنے آپ کا انتظار کر رہا تھا ۔ کسٹم لائن کے باہر میں نے ایک خوبرو نوجوان کو کھڑے دیکھا ۔ ہم دونوں اجنبی ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو فوراً پہچان گئے ۔ شاید سب سے بڑی پہچان اور سب سے بڑا رشتہ یہی نسبت ہوتی ہے ۔۔۔ مجھ سے پہلے کھڑے مسافر کی کسٹم والے بڑی سختی سے پڑتال کر رہے تھے ۔ اس غریب کے تمام بیگ کھول کر ایک ایک چیز علیحدہ کر کے دیکھی گئی ۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی تشریف لائے تو ہم کسٹم والوں کے پاس پہنچے ۔ ایک بیگ کھول کر اوپر سے دکھایا ۔ انہوں نے بغیر چیک کیے جانے کا اشارہ کیا اور ہم گزر گئے ۔ وہ نوجوان طارق آ کے ملا ۔ باہر پرانے احباب عبدالرحمٰن اور عبدالہادی ۔ یوسف اور عمر کافی سارے نئے احباب کے ہمراہ انتظار کر رہے تھے ۔ اپنے فیض مہل صاحب بھی شلوار قمیض اور پشاوری ٹوپی پہنے موجود تھے ۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی اور جناب کرنل صاحب ، عمر کی ڈاٹسن جیلیسٹر میں بیٹھ گئے ۔ جناب لک ، فیض صاحب اور میں ، محمد عبدالرحمٰن کی کار میں چلے ۔ ہماری کار سیدھی ہماری جائے قیام تک جا پہنچی جبکہ حضرت المکرم مدظلہ العالی کی گاڑی دوسرے راستے سے چکر لگا کر کچھ دیر کے بعد آ گئی ۔

(جاری ہے)

بقیہ : اسرار التنزیل

حساب چکائے جائیں گے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اور اللہ بہت جلدی حساب لینے والا ہے حساب کے معاملے میں بہت جلدی ہو گی کوئی فرصت ہی نہیں ہو گی اُن کو اور کوئی لمبا وقت نہیں لگے گا اُن کا حساب ہیں اور پھر لمحہ ہر آن حساب کی تیاری میں ہر شخص کو لگے رہنا چاہیئے ۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

سُنّت ونوافل کی اہمیّت

(مولانا بشیر احمد، ایم اے)

اے نبی - آپ فرما دیجئے - اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو مجھ محمّد کی اتباع کرو اللہ تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ (قرآن پاک)

فرائض کی تکمیل: سنّت ونوافل سے

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اُس کی نماز جانچی جائے گی۔ پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام اور نامراد رہ جائے گا۔ پھر اگر اس کے فرائض میں کمی ہوگی تو ربِّ کریم فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرۂ اعمال میں فرائض کے علاوہ نیکیاں (سُنن ونوافل) ہیں تاکہ اس سے فرائض کی کمی پوری کی جا سکے۔ پھر نماز کے بعد باقی اعمال کا بھی حساب اسی طرح ہوگا۔

تشریح:

سنن ونوافل کی افادیت و اہمیت کے لیے تنہا یہی حدیث کافی ہے۔ (رواہ ترمذی)

ظہر کی سُنّتیں اور باقی نمازوں کی موکدہ سُنّتیں

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض نمازوں کے) پڑھے اس کے لیے جنّت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا۔ ۴ ظہر سے پہلے ۲ ظہر کے بعد ۲ مغرب کے بعد ۲ عشا کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔" (رواہ مسلم۔ ترمذی)

تشریح:

اِس حدیث میں دن رات کی سنّت موکدہ کی تفصیل واہمیّت بیان کی گئی ہے۔

سنّتِ فجر کی خصوصی اہمیت:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ .... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی ۲ رکعت سنت نہ چھوڑو اگرچہ حالت یہ کہ گھوڑے تم کو دوڑا رہے ہوں۔

ظہر کی سُنّت و نوافل

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد چار رکعتیں برابر پڑھے اللہ تعالیٰ اُس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دے گا۔

تشریح:

ظہر کی بعد کی چار رکعت سے مراد دو سنت اور دو نفل ہیں۔ (رواہ ابوداؤد۔ ترمذی

عصر سے قبل سُنّت

حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت اُس بندے پر ہو جو پڑھے عصر سے پہلے چار رکعتیں (رواہ ترمذی وقال حدیث حسن)

تشریح:

اس حدیث میں عصر سے قبل کی غیر مؤکدہ سنت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

مغرب کے بعد نفل اوابین

حضرت عمار بن یاسر رض فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیبؐ کو دیکھا کہ آپؐ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اس کے گناہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوتے تو بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح:

مغرب کے بعد فرض اور سنت کے بعد اس حدیث میں چھ رکعت نفل اوابین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (رواہ طبرانی)

وتر کے بعد ۲ نفل:

حضرت اُم سلمہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں مزید پڑھتے تھے۔

نمازِ تہجد

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ ہمارا مالک اور رب تبارک و تعالیٰ ہر رات کو، جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے۔ سماءِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے۔ جو مجھ سے دعا کرے۔ اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگ لے اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اس کو بخش دوں۔

(رواہ بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ)

نمازِ اشراق

صبح کی نماز کے بعد اگر ایک آدمی طلوعِ شمس تک مسجد میں بیٹھا رہے اور طلوع کے بعد ۲ یا ۴ رکعت نوافل پڑھ لے تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ (رواہ ترمذی)

نمازِ چاشت

انسان کے ہر ایک جوڑ پر اس کا شکر کرنا لازم ہے۔ انسانی جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ اگر ایک آدمی چاشت ۲ یا چار رکعت نفل ادا کر لے تو تمام جوڑوں کا شکر یہ ادا ہو جاتا ہے۔ اس کی ۲ سے ۱۲ تک رکعتیں ہیں اور وقت سردیوں میں ۹ بجے اور گرمیوں میں ۱۰ بجے تقریباً۔

حدیث قدسی : آپؐ کا فرمان :

"اے فرزند آدم، تو دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعتیں میرے لیے پڑھا کر میں دن کے آخری حصہ تک تیری کفایت کروں گا۔"

حدیث شریف میں ہے کہ یہ نماز پڑھنے والا کبھی تنگدست نہیں ہو گا۔

نمازِ حاجت

جب کوئی حاجت پیش آئے تو ۲ نفل حاجت پڑھ کر ربّ سے مانگ لے۔ (رواہ ترمذی۔ مشکوٰۃ)

صلوٰۃ توبہ / استغفار

جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور توبہ کرے اللہ پاک اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔

(رواہ ترمذی۔ مشکوٰۃ)

نمازِ تسبیح

یہ نماز آپؐ نے حضرت عباس رضؓ کو بطور تحفہ بتلائی اور فرمایا کہ ہر روز یا ہر ہفتے یا ہر مہینے یا ہر سال یا کم از کم عمر میں ایک دفعہ ضرور پڑھنی چاہیے۔

فوائد : اس کے ۱۰ فائدے ہیں۔ اگلے پچھلے نئے پرانے، صغیرہ، کبیرہ، دانستہ، غیر دانستہ، پوشیدہ، ظاہرہ تمام گناہوں کو اللہ پاک اس نماز کی برکت سے معاف فرما دیں گے۔

(رواہ مشکوٰۃ۔ ابن عباس)

نمازِ تراویح

جو آدمی حالتِ ایمان میں ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام کرے گا۔ اللہ پاک اس کے سابقہ گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

(رواہ مشکوٰۃ)

تحیۃ المسجد

آپؐ جب مسجد میں جاتے، بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔

(رواہ بخاری۔ مسلم)

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بحیثیت انقلابی اور عہد آفرین

مُصلح و محسنِ انسانیّت

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَیں آپ حضرات سے معذرت چاہوں گا طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے اور ہمارا یہ مل بیٹھنا کوئی جلسہ یا تبلیغ کی نوعیت کا اجتماع نہیں چند باتیں چند گزارشات جو میرے خیال میں ہماری ظاہری اور دنیوی زندگی سے متعلق ہوں۔ مَیں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ مَیں وہ باتیں آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔

مساجد اللہ کا گھر ہیں اللہ کے دین کی باتوں کے لیے لیکن مسلمان کی دنیا بھی دین ہے اور دنیوی امور اور دنیوی معاملات کو طے کرنے کا بہترین مرکز مساجد ہی ہیں۔ جس دن سے ہماری باتیں ہمارے معاملات مساجد سے باہر طے ہونا شروع ہوئی ہیں، ان میں وہ صداقت وہ برکت وہ بات نہیں رہی۔ انسان جس ماحول میں جس معاشرہ میں رہتا بستا ہے، اُس سے وہ بھاگ نہیں سکتا۔

مَیں یہ چاہوں گا کہ آج ہم اپنی دنیا کی چند باتیں اپنے دنیوی مسائل اپنی دنیوی حالت آپس میں ایک دوسرے کے سامنے بیان کریں

ہندو جو نالائق ترین قوم ہے، مسلمانوں پر وہ بھی شیر ہے

اُس کا تجزیہ کر سکیں ممکن ہے ہمارے مسائل کا کوئی حل موجود ہو کیونکہ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ارشاد ہے ہر مرض کے لیے ہر مصیبت کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ کوئی نہ کوئی دوا موجود ہے۔ ہماری موجودہ حالت جو ہے بالخصوص مسلمانوں کی عموماً تو ساری دنیا ابتری کی زد میں ہے اور کہیں سے کوئی اچھی خبر نہیں ملتی لیکن بالخصوص مسلم دنیا جو ہے اِس کا حال یہ ہے انما لیوجہ لامیا رت بخیر۔

جس طرف سے آپ پتہ کریں اچھی بات نظر نہیں آتی اور حد یہ ہے کہ ہر طرف مسلمان مظلوم اور مقہور نظر آتا ہے انتہا یہ ہے کہ یہودی جو مغضوب ترین قوم ہے دنیا میں مسلمانوں کے لیے وہ بھی پہاڑ بنا ہوا ہے اور وہ بھی اس پر ظلم کرتا ہے۔ ہندو جو نالائق ترین قوم ہے، وہ ان میں کمال ہے مسلمان پر وہ بھی شیر ہے۔ اور باقی اقوامِ عالم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جن لوگوں کو ہنود یہود بھی ظلم کی چکّی میں پیس رہے ہوں اور پھر ان سب کے ساتھ ہم مسلمان بھی ہیں بحمد اللہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اللہ کا شکر ہے۔ دنیا میں صرف اور صرف مسلمان موجود ہیں جن کے پاس اللہ کی کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود ہے دنیا میں صرف مسلمان ہیں جن کے نبیؐ کی نبوّت اُسی طرح ضوفشاں ہے جس طرح اُس دن ضُوفشاں ہوئی تھی جب حضورؐ مبعوث ہوئے تھے۔

اور پھر حد یہ ہے کہ اس قدر مضبوط ذرائع ہونے کے باوجود اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں نے یکسر عمل چھوڑ دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ بے عمل بھی بہت ہیں لیکن جب آذان ہوتی ہے مسجد میں بھی تِل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔ یہ بھی درست ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے درست ہیں لیکن دینے والے بھی کم نہیں ہیں حج پہ تو بے شمار مخلوق ہوتی ہے، لیکن میرے خیال میں، میری ناقص رائے سارا سال اگر وہ آدمی وہاں جائے تو اُسے حج ہی کا سماں نظر آتا ہے لوگ بیت اللہ شریف کے طواف بھی رات دن کرتے ہیں۔ روضۂ اطہرؐ پہ جو حاضری ہوتی ہے وہاں عقلِ انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ خدایا اس قوم کو کتنا عشق، کتنی الفت، کتنی محبت ہے اپنے نبیؐ، اپنے پیامبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے کہ پیادہ بھی موٹروں پر بھی، جہازوں پر بھی، ٹرینوں پر بھی کہ کھچے چلے آتے ہیں چہار وانگ عالم سے۔

لیکن حد یہ ہے کہ اس سب کے باوجود لوگ مظلوم ہیں، مقہور ہیں، چیختے ہیں چلّاتے ہیں

اور انتہائی قابلِ رحم حالت میں ہیں کہ میرے خیال میں دنیا میں تمام مسلمان ممالک میں سب سے اچھی حالت میں کوئی رہنے والا مسلمان ہے تو وہ پاکستان کا رہنے والا ہے، آپ اگر تمام عالمِ اسلام کا جائزہ لیں تو سب سے اچھی حالت میں پاکستان کے مسلمان ہیں، جب ہم مطمئن نہیں ہیں ہم بے چین ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم صحیح آرام سے نہیں رہ سکتے تو جہاں یہ حال بھی نہیں ہے وہاں کیا حال ہو گا۔

یہ ساتھ ایک لکیر کا فرق ہے۔ ایک گائے ذبح ہوئے تو اس کے بدلے سینکڑوں مسلمان شہید کر دیے جاتے ہیں۔ حد ہے کمال ہے اس طرف دیکھ لیں۔ کیا جرم ہے غریبوں کا یہی کہتے ہیں نا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کو نہیں چھوڑتے تو اُس کے بدلے میں کونسا ظلم ہے جو اُن پر نہیں کیا جاتا اور کیا خطا ہے مڈل ایسٹ والوں کی اور کیا گناہ ہے اریٹیریا والوں کا۔ اور جہاں دیکھو خونِ مسلم پانی سے بھی ارزاں ہو گیا ہے۔ یہ ایسی حالت ہے جس کو کوئی باہوش انسان فراموش نہیں کر سکتا سونے جاگتے، کھاتے پیتے، اُٹھتے بیٹھتے ہر حسّاس مسلمان جب روٹی کا ٹکڑا توڑتا ہے، تو لاکھوں مسلمانوں کی بھوک اسے لازمی یاد آجاتی ہے۔ ہر حسّاس مسلمان جب اپنے گھر کی چھت کے نیچے پاؤں رکھتا ہے اور گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے لاکھوں بے گھر مسلمان ضرور یاد آتے ہیں۔ ہر صاحبِ دل جب اپنے بچّے کو دیکھتا ہے تو اُسے کروڑوں مسلمان بچّے یاد آتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے؟

ہم ایسے تو نہ تھے میرے بھائی! اس کا تجزیہ کرنے کے لیے ہم نے ضرور جاننا چاہیے کہ اگر ایسے نہ تھے تو کیسے تھے۔ جیسے ہم اب ہیں اگر ہم ایسے نہ تھے تو کیسے تھے۔ دنیا میں تاریخِ انسانی میں ظالم ترین بدترین اور انتہائی ناگفتہ بہ دور جو گزرا ہے وہ دور ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے یہ ملک جس میں ہیں اور آپ بیٹھے ہیں، اس برِصغیر میں پتھروں کی پرستش ہوتی تھی، درختوں کی پوجا ہوتی تھی، بندروں کو پوجا جاتا تھا۔ خنزیروں کو پوجا جاتا تھا اور انسانوں

خنزیر پر تو بیٹھا ہو معبود بن کر اور انسان کو اُس کے سامنے لِٹا کر

ذبح کر دیا جائے۔ انسانیت کی تذلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی

کو اُن کے ذبح کیا جاتا تھا۔ قربانی دی جاتی تھی۔ انسانیت کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خنزیر تو بیٹھا ہو معبود بن کر اور انسان کو اس کے سامنے لٹا کر ذبح کیا جائے۔

یہاں مغرب سے پہلے ہم بیٹھے تھے تو بات ہو رہی تھی وسط ایشیا کے حالات کی۔ میں ایک دن پڑھ رہا تھا ایک شخص کے حالات۔ وہ کہتا ہے:

"میں بیٹھا تھا تو حملہ کر دیا ایک قبیلے نے ہمارے قبیلے پر۔ ہنڈیاں چولہوں پر ہیں، عورتیں آٹا گوندھ رہی ہیں، بچے کھیل رہے ہیں۔ مویشیوں کی واپسی کا وقت ہے۔ کوئی باندھ رہا ہے کوئی باڑے میں بند کر رہا ہے اچانک قیامت ٹوٹ پڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند زخمی چند وہ چرواہے جو ابھی واپس نہ پہنچے تھے۔ لُٹے ہوئے گھر کٹے ہوئے بدن میرے سامنے رہ گئے۔ ہمارے افراد کو قتل کر دیا اُن لوگوں نے۔ بچوں کو پکڑ کر لے گئے۔ عورتوں کو اُٹھا کر لے گئے۔"

وہ اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

"اِرد گرد کے دوسرے قبیلے جو ہمارے پاس آباد تھے، وہ ہمارے پاس آئے اور میرا بُرا حال تھا میری محبوب بیوی بھی وہ لے گئے تھے اُٹھا کر۔ اور میرے بچوں کی لاشیں میرے باغ میں پڑی تھیں۔ گھر لُٹ چکا تھا۔ سارا قبیلہ کٹ چکا تھا۔ جو لوگ اظہارِ افسوس، اظہارِ ہمدردی کے لیے آئے انہوں نے کہا، کیا بیٹھے سوچ رہے ہو۔ تمہاری اس سوچ کو تمہارے اس دکھ کو سننے کوئی نہیں آئے گا۔ جو تمہارے جوان بچ گئے ہیں، ان بچے کھچے جوانوں کو اکٹھا کرو اور اپنے سے کسی کمزور کو لوٹ لو۔ میاں اس کا مال لے آؤ اُن کی عورتیں پکڑ کر لے آؤ۔"

جو انسانی خون بہا کر خوش ہوتے تھے، وہ جانوروں کے زخموں پر بھی رحم کھانے والے بن گئے!

یہ حال تھا انسانی تہذیب کا۔

اور دیارِ مغرب سے آج کون واقف نہیں بہت بڑی اسٹیٹ تھی رومن ایمپائر جہاں انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر تالیاں پیٹی جاتی تھیں اور بادشاہ اور اراکین سلطنت تماشہ دیکھتے تھے ___ اور جنوب میں آپ نگاہ کریں تو افریقہ میں سب سے اعلیٰ ڈش ہی اُن کی انسانی گوشت ہوا کرتی تھی۔

میں نے ایک سیّاح کے حالات میں پڑھا
وہ کہتا ہے:
"ایک دفعہ میں ایک بوڑھی عورت کے
ہاں پناہ ملی۔ ٹھہرا میں وہاں تو وہ گوشت پکا
رہی تھی۔ اُس نے بڑی مہربانی کی اور ایک بڑی
خوبصورت سی بوٹی سی نکال کر پکتی ہوئی ہانڈی
سے دی کہ تم مسافر ہو، بھوکے ہو کچھ کھالو۔ وہ
بڑی گول سی بڑی خوبصورت سی بوٹی تھی لیکن
ذائقہ نامعلوم سا تھا۔ میں نے پوچھ لیا کہ بڑی بی
یہ گوشت کس کا ہے، تو وہ بہت خوش ہوئی،
کہنے لگی آج ہمارے قبیلے کے ایک مرد نے اپنی عورت
کو گھر سے نکال دیا کہ وہ بچہ پیدا نہیں کرتی تھی۔
بڑا عرصہ ہو گیا تھا شادی ہوئے۔ خاوند سے
گھر سے نکال دیا تو اُس کے گھر والوں نے بھی،
اُس کے میکے والوں نے بھی اُس کو داخل نہیں
ہونے دیا کہ یہ منحوس ہو چکی ہے — تو وہ جنگل
کو بھاگ گئی۔ میرا بیٹا تلاش کرتا رہا مل گئی اُس
نے شکار کر لی۔ یہ اسی کا گوشت ہے اور سب
سے لذیذ بوٹی اُس کی ہے بازو کی مچھلی کی۔ وہ
میں نے تجھے نکال کر دی۔"

کیا تہذیب انسانی تاریخ کا حصہ نہیں ہے۔
اور جزیرۃ العرب جو ان تمام ممالک کے
درمیان میں تھا، اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے
اُس میں یہ ساری قباحتیں بیک وقت موجود
تھیں۔ بُت بھی پوجے جاتے تھے، انسان بھی
بے دریغ کاٹے جاتے تھے۔ شراب بھی بے تحاشا
پی جاتی تھی اور حد یہ ہے اُس معاشرے میں بدکاری
کرنے کے لیے لوگ اپنے گھروں پہ جھنڈے
لگا دیا کرتے تھے کہ لوگوں کو پتہ ہو کہ یہاں عورتیں
مہیّا کی جاتی ہیں اور عبادات میں بھی جنہیں وہ عبادات
کا تقدّس کا نام دیتے تھے اُن میں بھی حالت یہ
تھی کہ خود بیت اللہ کو ایک تو بُتوں سے بھر رکھا
تھا اور پھر مادر زاد ننگے ہو کر سیٹیاں بجاتے تھے
اُچھلتے کودتے تھے اِس کے گرد اگرد اور اِس
کو عبادت کا نام دیتے تھے۔ کیا یہ سب کچھ آپ
کے سامنے نہیں کیا یہ سارا تاریخ میں موجود نہیں
تو گویا پورے روئے زمین پر اگر نہیں تھا
تو کوئی ضابطہ اخلاق موجود نہیں تھا۔ اگر نہیں تھا
تو مذہبِ حقّہ نہیں تھا۔ اگر نہیں تھا تو اللہ سے
کوئی واقف نہیں تھا اگر نہیں تھا تو انصاف
نہیں تھا اگر نہیں تھا تو امن نہیں تھا — پھر
رحمتِ باری کو انسانی حالت پہ رحم آیا اور ایک
بندہ، ایسا بندہ جسے خود اُس کے خالق نے
رحمتِ مجسّم کا نام دیا وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا
رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۔ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۲)۔
وہ رحمت جو تمام کائنات کے لیے ہے، اُسے
خداوندِ کریم نے ایک وجودِ اقدس میں سمو کر مبعوث
کر دیا تھا۔ اور پھر حیرت ہے تاریخ اسلامی میں
کبھی کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا کبھی کسی دور میں یہ حال
نہیں ہوا کہ ایک اکیلا انسان کوئی پوری انسانی

تاریخ کے سامنے کھڑا ہو جاتے اور نہ صرف یہ کہ اس سیلاب کو روکے بلکہ اُس کا رُخ پھیر کر دوسری طرف کر دے ــــ

انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تشریف لاتے رہے۔ رُسل تشریف لائے۔ کتابیں نازل ہوئیں۔ معاشرے کے ساتھ مقابلے کیے۔ بعض شہید ہو گئے۔ بعض نے معاشرے کو بدل دیا۔ لیکن کسی ایک قوم کو کسی ایک خطۂ زمین کو ــــ یہ ایک ایسی ہستی مبعوث ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس نے ساری تاریخ کو ذلت کی گہرائیوں سے اُٹھا کر اخلاقی عظمتوں کی طرف گامزن کر دیا۔ اور دنیا میں اگر کسی واقعہ کو انقلاب کہا جا سکتا ہے تو وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا برپا کیا ہوا انقلاب۔ ورنہ آپ صاحبِ علم حضرات تشریف رکھتے ہیں آپ پوری تاریخِ انسانی کو کھنگھال جائیں، کون ہے جس کی آواز نے پوری انسانیت کو متاثر کیا ہو۔ وہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ انقلاب جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بپا فرمایا، اِس انقلاب نے نسلِ آدمؑ میں سے جن افراد کو انسان بنایا، اُن کا نام مسلمان ہے ــــ آدمی تو تھے انسان نہیں تھے۔ ہاتھ پاؤں اعضا آدمی جیسے تھے دل اور دماغ درندوں کے تھے۔ اندر بھیڑیئے اور اژدہے تھے۔ کھال کے اندر انسان نہیں تھا۔ انسان اگر آدمی کو بنایا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اور پھر دنیا نے دیکھا عقیدت کے علاوہ یہ تاریخی حقیقت ہے اِس بوڑھے آسمان نے اُن انسانوں کو بدلتے بھی دیکھا جو انسانی خون بہا کر خوش ہوتے تھے، وہ جانوروں کے زخموں پر بھی رحم کھانے والے بن گئے۔ جو لوٹا کرتے تھے انسانی آبادیوں کو اُنہی میں ایک فرد پرندے کے بچے پکڑ کر لاتا ہے تو دوسرا کہتا ہے ارے او نادان ان کے ماں باپ بھی تو بے چین ہوں گے جا ان کو اُسی گھونسلے میں رکھ آ ــــ یعنی آدمی تو تھے انسان بنا دیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ــــ اور اُنہی انسانوں کو مسلمان کہا جاتا ہے۔

یہ بھی تو تاریخ کا حصہ ہے کہ نہ صرف وہ خود بدلے، بدکار تھے۔ شرابی تھے مشرک تھے زانی تھے فاسق تھے فاجر تھے ڈاکو تھے قاتل تھے جو کچھ بھی تھے جب بنے ــــ

انقلابِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے

تاریخِ انسانی کو

ذلت کی گہرائیوں سے اُٹھا کر

اخلاقی عظمتوں کی طرف گامزن کر دیا

۷۔ اُتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

جب بنے تو پھر ایسے بنے کر مشرق سے مغرب تک انھوں نے ہر ظالم کو ظلم سے روکا اور پوری کائنات کو عدل و انصاف سے آشنا کر دیا۔ حتیٰ کہ حد یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا واقعہ عجیب اثر مرتب کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی طبیب کو لینے دوڑے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہیں — یہ عجیب لوگ تھے۔ دس سالہ عہدِ حکومت میں اس اللہ کے بندے نے نظامِ حکومت کا ایک سٹرکچر بنایا۔ یہ یہ محکمے ہونے چاہئیں۔ پولیس ہونی چاہیئے فوج ہونی چاہیئے۔ باقاعدہ چھاؤنیاں ہونی چاہئیں۔ زمین کی اس طرح پیمائش ہونی چاہیئے۔ اِس طرح صوبے ضلعے تقسیم ہونے چاہئیں خزانہ اِس طرح ہونا چاہیئے۔ ایک پورا سٹرکچر ایک پورا حکومت کرنے کا سلیقہ بنایا اور آج تک اُس میں کوئی حکمران اضافہ نہیں کر سکا۔ اُسی کی نقل کرتی جا رہی ہے دنیا — اِنہی دس سالوں میں خدا کے اِس بندے نے بائیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا۔ ظلم سے صاف کر کے ان پر انصاف قائم کیا فاتحینِ عالم کی تاریخ میں سب سے بڑا فاتح جو

بائیس لاکھ مربع میل

کا فاتح اور خوراک

جو کی روٹی

شخص گزرا ہے، پندرہ بیس نام آتے ہیں جو پوری دنیا میں فاتح مشہور ہیں۔ سب سے بڑا فاتح جو گزرا ہے اُس کے سامنے چھ لاکھ مربع میل لکھا ہُوا ہے۔ اکیلا نام ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس کے سامنے بائیس لاکھ مربع میل لکھا ہوا ہے۔ اور پھر بائیس لاکھ مربع میل پینتیس ہزار شہرت کے شہر ہیں اور حد یہ ہے کہ اتنے بائیس لاکھ مربع میلوں میں فاتح عورت کے خلاف کسی ایک عورت، کسی ایک بچے کی آواز تاریخ میں نہیں ملتی کہ فاتح فوج نے میرے خلاف زیادتی کی ہے۔

اور وہ شخص جس نے قیصر و کسریٰ جیسے ظالموں کے سروں سے تاجوں کو چھینا، پاؤں کی ٹھوکروں سے انہیں توڑا اور گنبدِ خضریٰ کے سایہ میں مساکین میں تقسیم کیا کہ غریبوں کا خون چُوس کر انھوں نے بنایا تھا۔ اور جب اپنے کھانے کی باری آئی تو قحط سالی تھی گندم کی روٹی

سامنے آئی تو پوچھتا ہے کہ آیا مملکتِ اسلامیہ میں
ہر شخص کو گندم کی روٹی نصیب ہے۔ امیر المؤمنین
نہیں ہے قحط سالی ہے۔ کیا کھاتے ہیں؟۔
عرض کی گئی جو ملتے ہیں۔ فرمایا میرے لیے جو
کی روٹی تیار کی جاتے۔ عمر وہی کھائے گا جو ہر مسلمان
یا ہر آدمی جو مسلمانوں کی سلطنت میں رہتا ہے
کھاتا ہے۔

اور جس کے نام سے بڑے بڑے سلاطین
کانپتے تھے۔ عجیب انسان تھا دعا کرتا تھا:
اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ
وَاجْعَلْ مَوْتِی بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ۔ "اللہ
مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اپنے نبی کے شہر
میں مجھے یہ دولت نصیب کر۔" صحابہ رضؓ سنتے
تھے تو عرض کرتے تھے امیر المؤمنین آپ رضؓ کے
خدام تو افریقہ کو تہ کر چکے سپین کو لے چکے،
چین کے دروازے پہ بیٹھے ہیں اور آپ کہتے
ہیں کہ خدایا مجھے روضۂ اطہر کے سامنے شہید
کر دے کیا دعا مانگتے ہیں۔ فرماتے تھے میں
جس سے مانگتا ہوں وہ قادر ہے۔ اور پھر
خدا نے اُسے اُس محراب پہ کھڑے ہوئے
شہادت نصیب کی۔ جس محراب میں محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے
ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے اُنہی نقشِ قدم
پہ اُن کا خون نکلا۔
کسی جراح کسی طبیب سے زخم نہیں
چھل رہے تھے۔ دودھ یا پانی منہ میں ڈالتے
تھے تو پیٹ کے زخموں سے بہنا شروع ہو جاتا
تھا۔ ایک یہودی جراح تھا بڑا مشہور حضرت
علی کرم اللہ وجہہ الکریم اُس کی طرف دوڑ گئے۔
اور اُسے اپنی سواری تیار کرنے کی مہلت نہ دی۔
فرمایا امیر المؤمنین کی حالت بہت خطرے کی
حد تک جا چکی ہے میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔
پیچھے بٹھا لیا اور واپس دوڑا لیا گھوڑے کو۔
جب مدینہ منورہ سے باہر آئے جہاں باغات
تھے تو گھوڑا روک لیا فرمایا اُتر جاؤ۔ اگر تمہیں کوئی
ضروری کام ہو تو گھر واپس چلے جاؤ۔ میں تجھے
پکڑ لایا ہوں جلدی میں شاید تم کسی ضرورت میں
اُلجھے ہوئے ہو گے۔ میں مڑ نہیں سکتا کہ تجھے
چھوڑ آؤں خود چلے جاؤ۔
تو وہ بڑا حیران ہوا اُس نے کہا آپ کس
بات سے خفا ہو گئے ہیں میں تو آپ کے ساتھ
چلا آیا ہوں اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ میں فاروقِ
اعظم جیسی ہستی کی مرہم پٹی کروں۔ فرمایا
ضرورت نہیں رہی۔ آپ کو کیسے خبر ہوئی۔
فرمایا میں اس باغ والے کو جانتا ہوں اور میں
جانتا ہوں کہ جو بکری اس باغ میں چر رہی ہے
یہ دوسرے شخص کی ہے۔ امیر المؤمنین دنیا میں
نہیں رہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ عمر رضؓ زندہ ہو اور
دوسرے کا جانور دوسرے کی فصل کھائے تیری
ضرورت نہیں رہی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ناقص ترین مٹیریل
سے اعلیٰ ترین انسان
تیار کیے

کیسے تھے یہ لوگ کہاں سے آئے۔ کسی باہر کے ملک سے امپورٹ کیے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ کوئی نئے بنائے تھے۔ نہیں لوگ وہی تھے۔

یہ عمرؓ وہ شخص ہے جس کی ہیبت سے ساری وادی کانپا کرتی تھی۔ یہ انصاف وغیرہ کے ناموں سے آشنا نہیں تھا یہ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا وہی اس کا انصاف ہوتا تھا۔ تو کن بلندیوں پر پہنچا دیا اللہ کے بندےؐ نے کتنے بناتے یہ لوگ کیا کر دیا ان لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے۔

دنیا میں بڑے کاریگر ہوئے ہیں۔ بڑی اعلیٰ عمارتیں بناتے ہیں۔ بڑی اچھی اچھی چیزیں بناتے ہیں بڑی بڑی اچھی مشینیں بناتے ہیں۔ لیکن ہر اعلیٰ مشین کے لیے اعلیٰ میٹیریل ضرور موجود ہوتا ہے۔ یہ نرالا اور انوکھا کاریگر ہے کہ بدترین میٹریل لے کر اعلیٰ ترین انسان بنا دیئے جو میٹریل حضورؐ کو ملا وہ کیا تھا؟ چور ڈاکو ظالم، فاسق فاجر شرابی مجرم کافر اور اگر بنائے تو ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ حیدرؓ بنائے ابوعبیدہؓ ابن جراح اور کیا کیا بنائے۔

تاریخ میں یار کمال ہے آپ دیکھیں۔۔۔۔
پانچ سال کے بچے کو اور اس پہ پچپن سال محنت کر کے ساٹھ سال تک لے گیا یعنی پوری انسانی زندگی اس کے بننے میں لگ گئی۔ اس کے ساتھ قوم کا کتنا سرمایہ لگا۔ کتنے کورسز کرائے آپ نے اس کو۔ کتنی یونیورسٹیوں کتنی درسگاہوں میں سے اسے گزارا۔ اور بین الاقوامی طور پہ کن کن ممالک کن کن جگہوں پہ اس نے کورس کیے۔ یہ ساری مشقت کرنے کے بعد ایمان سے بتایئے آپ کے کتنے جرنیل ہیں جن کے نام تاریخ میں رہے ہیں جانتا کوئی نہیں لاکھوں میں کوئی ایک۔

یہاں کیا ہے بھائی بدو آتا ہے صحرانشین آتا ہے بھیڑیں چھوڑ کر اونٹوں کا گلہ چھوڑ کر آتا ہے۔ ایک کچی سی عمارت کو مسجد کا نام دیا ہے چٹائی نہیں ہے۔ زمین پہ بیٹھے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ خدمتِ عالیہ میں پہنچتا ہے۔ صبح جو فوج جا رہی ہے حضورؐ فرماتے ہیں اس کا سالار یہ ہوگا ـــ اور دکھاؤ تاریخ عالم میں کہ جو جرنیل حضورؐ نے بنا دیا کبھی ناکام ہوا ہو۔ تو دکھا دیجئے کہو مورخ کو کسی ایک کا نام بھلا کر

دیکھیے۔ جرأت نہیں ہے مورخ کی کہ کسی کو بھول سکے۔

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو کیا کر دیا تھا میرے بھائی! کتنی بڑی نعمتیں تھیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس۔ اتنی بڑی نعمتیں وہی بانٹ سکتے تھے۔ اللہ اللہ۔ گرے پڑے، اپاہج بے بس مظلوم مفلوک الحال ایک لحاظ سے ظالم بھی مظلوم ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر بے شمار ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کیسے کریں۔ فرمایا آپ اُس کو ظلم سے روک کر کریں، وہ ظلم صرف مظلوم پر نہیں کر رہا بلکہ اپنے آپ پر بھی کر رہا ہے تم اس کو ظلم سے روکو۔

ایسے لوگوں کو اللہ العالمین سے ہم سخن کر دیا

؎ کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تُو نے

بُتوں کے آگے سے اٹھایا اور خالقِ کائنات سے ہم سخن کر دیا۔ یہ کیا ہیں تعلیماتِ نبوی ؐ۔

اور یاد رکھیں جس طرح قرآن صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسی

ظالم کی مدد اس کو ظلم سے روک دینا ہے

ہم تو دین کے چوکیدار بھی نہیں ہیں

طرح قرآن کے مفاہیم و معانی بھی حضور ؐ ہی نے عطا فرماتے ہیں۔ جس طرح کسی شخص میں بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ استعداد نہیں کہ اللہ کی وحی کو سن سکے یا پا سکے۔ اُسی طرح اس وحی کے معنی اور مفہوم متعین کرنے میں بھی استعداد بجز محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی میں نہیں ہے۔

اور آج اگر میں اور آپ صرف و نحو پڑھ بھی لیں منطق اور اصول بھی سیکھ لیں۔ عربی سیکھ لیں اور قرآن کا تجزیہ کرنا چاہیں تو کوئی بڑے سے بڑا عالم صحابہ کرام رضؓ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ عربی دانی میں صحابہ رضؓ نے تو کسی لفظ کا ترجمہ لغت سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے رسول ؐ سے پوچھا ہے۔ کوئی آیت اُترتی تھی تو پوچھتے تھے یا رسول اللہ اس کا مفہوم کیا ہے ارشاد فرمایئے اور بعض اوقات حضور ؐ فرما دیتے کہ یہ آیت کریمہ اُتری ہے جانتے ہو اس کا مطلب کیا ہے؟ وہؓ کہتے تھے اللہ و رسولہ اعلم خدا جانتا ہے خدا کا رسول جانتا ہے۔ اور قرآن نے ارشاد فرمایا فرائضِ نبوت میں لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ عَلَيْهِمْ اے میرے نبی یہ تیرا مقام ہے کہ لوگوں کو بتائے اُن پر

کیا نازل کیا جا رہا ہے۔ اُس کا مفہوم کیا ہے وہ مفاہیم جو ہیں اُن کا نام ہے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

وہ کیا لوگ تھے یار ہیں اور آپ آج بھی دین کی حفاظت نہیں کر رہے۔

ہمیں یہ غلط فہمی ہے۔ میں سمجھتا ہوں میں نماز پڑھاتا ہوں میں دین کا محافظ ہوں میں تقریر کرتا ہوں میں دین کا محافظ ہوں۔ لیکن ہرگز نہیں ہم چوکیدار بھی نہیں ہیں۔ محافظ اور حفاظت کا ذمہ خدا نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے ذمہ لگایا۔ اور ایسا لگایا کہ دین کے محافظ آج بھی وہی ہیں اور جو بھی شخص دین کی عمارت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اُس کا پہلا اعتراض صحابہ کرام رضہ پر ہوتا ہے۔ اگر صحابہ رضہ کی عظمت کو نہ گرائے تو وہ دین میں دخل اندازی کر نہیں سکتا جو بھی دینِ اسلام سے ٹکر لینا چاہے گا خواہ وہ جھوٹی نبوت کا مدعی ہو خواہ وہ انکارِ حدیث کا فتنہ ہو خواہ وہ کوئی سا بھی فتنہ دین میں پیدا کرنا چاہے آج بھی اُس کے سامنے صحابہ رضہ رسول ہی کھڑے ہیں صف باندھے۔ اور اگر خدانخواستہ وہ گر جائیں تو میں اور آپ دین کو ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ حدیث کہتے ہیں میں کہتا ہوں ہم قرآن ثابت نہیں کر سکتے کہ یہی قرآن ہے کیونکہ دو ہی قسم کے تو لوگ تھے یا کفار، جو ایمان ہی نہ لائے اُن کی تو گواہی کی ضرورت ہی نہ رہی اور صحابہ رضہ جنہوں نے براہِ راست حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے سنا اور لوگوں تک پہنچایا اگر وہ معیارِ صداقت سے گر جائیں مجروح ہو جائیں، اگر انہوں نے حدیث پیامبر کی حفاظت نہیں کی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے قرآن کی حفاظت کر لی ہو۔ بیک وقت ایک شخص جھوٹا بھی ہو اور سچا بھی ہو بیک وقت ناقابلِ اعتبار بھی ہو اور معتمد بھی۔ تو اگر حدیث کے معاملے میں وہ غیر معتبر ہیں تو قرآن کس سند سے معتبر ہے۔ کون ہے اُن کے علاوہ جس نے آپ کو قرآن دیا۔ سب نے وہیں سے سیکھا۔ یہ کیا ہے تعلیماتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم۔

جو بھی شخص دین کی عمارت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے، اُس کا پہلا اعتراض صحابہ کرام رض پر ہوتا ہے

اور یاد رکھیے! تعلیمات آقائے نامدار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من وعن آج بھی موجود ہیں۔ بالکل وہی یہ قرآن کریم ہے بسم اللہ کی پہلی با سے لے کر والناس کی آخری سین تک وہی قرآنِ کریم ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم پر نازل ہوا اور یہی ذخیرہ حدیث ہے جو ہمارے محدثین نے صاف کر نتھار کر عطر کی طرح علیحدہ کر کے رکھ دیا کہ

اگر روئے زمین کے تمام انسان ولی ہو جائیں اور ولایت کے انتہائی مقامات کو پالیں تو بھی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے

یہ ارشاد ہیں اے مسلمان تیرے پیارے نبیؐ کے
یہی اس کی تفسیر ہے کہ تعلیمات موجود ہیں آج بھی۔
لیکن صحابہؓ کو صرف تعلیمات ہی نہیں دیں
حضورؐ نے تعلیمات نبوت بھی اُن کے پاس تھیں
اور برکاتِ صحبت پیامبرؐ بھی اُن کے پاس تھیں
اصل بات جو انہیں صحابی بنا گئی وہ تھی برکتِ صحبت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور صحابیؓ کی صحبت کو سمجھنے کے لیے ایک چھوٹی سی بات کافی ہے کہ اگر روئے زمین کے سارے انسان بیک وقت ولی ہو جائیں اور ولایت کے آخری انتہائی مقامات کو پالیں۔ سب کی ولایت کو اگر ہم جمع کر سکیں اور اُس کا ایک بلند مینار تعمیر کرتے جائیں تو جہاں وہ ختم ہو جائے گی وہاں سے تبع تابعین کے جوتوں کی خاک شروع ہو گی۔ اُن کی عظمتیں ختم ہوں گی تو تابعین کا عہد شروع ہو گا اور جہاں اُن کی عظمت ختم ہو جائے گی وہاں سے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے جوتوں کے تلوے نظر آئیں گے۔

صحابیؓ ہونا کوئی عام سی بات نہیں ہے۔ یعنی نبوت کے بعد انسانیت کو جو آخری عظمت مل سکتی ہے، وہ صحابیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اور بھلا اس کے لیے کتنی نمازیں شرط ہیں۔ کتنے روزے شرط ہیں کتنا مجاہدہ شرط ہے کتنے چلے شرط ہیں۔ کتنا صبر شرط ہے بھائی۔ وہ کسی نے کہا تھا ؎

من سی پارۂ دل می فروشم
بگفتا قیمتش گفتم نگاہے
بگفتا کمترش گفتم کہ گاہے

کسی نے کہا کہ بھائی دل بیچتا ہوں۔ لو گے کیا! کہنے لگا ایک نگاہ کا سوال کرتا ہوں۔ کہا کہ کوئی اور مول تول بھی کرو بھئی جب کوئی قیمت کرتا ہے کچھ رعایت بھی کرتا ہے۔ کہنے لگا صرف ایک نگاہ چاہیئے کبھی ساری زندگی میں اک نگاہ۔ تو وہ اک نگاہ جو تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صحابیؓ بنا گئی۔ ع

جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

وہ ایک نگاہ جو کسی مومن کو نصیب ہوئی۔ وہ مومن کی نگاہ جسے وجودِ اقدسؐ دیکھنا نصیب ہوا وہ ایک نگاہ اُس مومن کو صحابی بنا گئی۔ صحابی بننا معمولی بات نہیں ہے بھائی دل بدل گئے۔

دماغ بدل گئے۔ آنکھیں بدل گئیں۔ سوچ بدل گئی، بینائی بدل گئی۔ وہ آنکھیں جو مادی نفع دیکھنے کی عادی تھیں وہ جنّت سے بھی اُدھر دیکھنے لگ گئیں۔

یہ عرب جو روٹی چھین کے کھاتے تھے۔

ایک بدّو آتا ہے۔ اللہ کہاں سے اُٹھایا انہیں حضورؐ نے کہاں تک پہنچا دیا۔ ایک صحرانشین گدڑیا سا آتا ہے۔ ارے وہی عرب جو ایک لقمہ تک چھین کر کھاتے تھے۔ مسجدِ نبوی میں بیٹھا ہے حضورؐ جنّت کی تعریف فرما رہے ہیں۔ کہتا ہے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنّت نہیں چاہیے۔ حد ہو گئی۔ ارے تو قلاش آدمی، تو تو کل تک ایک ٹکڑا چھینتا تھا لوگوں سے اور آج تو پانچ بکریاں چرانے والا گدڑیا ہے۔ تیرے پاؤں میں جوتا نہیں ہے تیرے وجود پہ پورا لباس نہیں ہے اور تو کہتا ہے مجھے جنّت نہیں چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ارے میاں جنّت کو مانگنے کا حکم اللہ نے دیا ہے جنّت مظہر ہے۔ سند ہے اللہ کی رضا کی تو کیسے نہیں چاہتا۔ عجیب بات کہی اُس نے۔ کہتا ہے یارسول اللہؐ جنّت میں ہم غریب اپنی جگہ پر ہوں گے اور آپؐ کے منازل بہت بہت اونچے ہوں گے۔ ہم یہاں بھوکے پیاسے ہیں جوتے نہیں ہیں۔ پیٹ خالی ہے بچے بلکتے ہیں بھوک سے سارا دن گرمی میں مارے مارے پھرتے ہیں لیکن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے بغیر جنّت بھی قبول نہیں

جب جی چاہتا ہے در آتے ہیں آپؐ کے رخِ انور پہ نگاہ پڑتی ہے جی باغ باغ ہو جاتا ہے اُس جنّت کا کیا فائدہ یارسول اللہؐ جہاں ہم کہیں ہوں حضورؐ کہیں ہوں ہم جنّت کو کیا کریں گے۔

ذرا اُس کی نگاہ کی بلندی دیکھیں جس کی نگاہ ایک وقت کی روٹی پہ ٹھہرتی تھی وہ دو عالم میں سب سے بڑی نعمت کو جو ربّ العالمین نے بنائی ہے اُس کو ٹھکرا رہا ہے۔ مجھے آپ کی مجلس چاہیے رخِ انور اور جمال چاہیے۔ میں جنّت نہیں مانگتا مجھے نہیں چاہیے۔ وقتی طور پہ نہیں کہہ رہا اتنے خلوص سے کہہ رہا ہے کہ زمین پہ بات کرتا ہے جواب عرشِ علیٰ سے آتا ہے بھلا کوئی بندہ لاؤ جو بات کرے اور اسے اللہ تعالیٰ جواب دے۔

اللہ فرماتا ہے خفا نہ ہو میں ایسا نہیں ہوں جو تجھے روک دوں گا جو غلامی کا حق ادا کریں گے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

وَالصّٰلِحِیْنَ ۵ (سورۃ النساء :)

بھائی تم ہیں تمہارے دوستوں سے اللہ روکے گا نہیں جیسے آج در آتے ہیں حضورؐ کی خدمت میں وہاں بھی اپنے قیام سے بھاگنا اور حضورؐ کی خدمت میں چلے آنا میں منع نہیں کروں گا۔ ارے انہوں نے تو جنت بھی تب قبول کی۔ کون کہتا ہے وہ دنیا پہ فدا ہوتے تھے وہ تو آخرت کو بھی ٹھکرا دیتے تھے۔ کیسے عجیب لوگ تھے۔

یہ کمال تھا صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جس طرح تعلیمات اقدس بٹی ہیں عالم میں اسی طرح برکات صحبت بھی بٹی ہیں۔ لیکن جس طرح حضورؐ کی زبان مبارک سے صحابہ رضؓ نے قرآن سنا اُس طرح سے کوئی کسی سے سُن سکا جس طرح برکات وجودِ اقدس سے صحابہ رضؓ نے حاصل کیں، آپؐ کے وصال کے بعد اُس پائے کی کوئی حاصل نہ کر سکا۔ پھر صحابہ رضؓ سے جنہوں نے حاصل کیں، اِک نگاہ نے تابعی بنا دیا۔ اور تابعین کی صحبت میں جا کر برکاتِ صحبت پیامبرؐ حاصل کر کے تبع تابعین بنے۔

اور میرے بھائی امتِ مرحومہ میں اولوالعزم لوگوں نے خوش بخت لوگوں نے خوش نصیبوں نے عمریں لگا دیں۔ اہل اللہ کو تلاش کیا برکاتِ صحبت کے امین لوگوں کو ڈھونڈا اور ان کی مجالس میں اُن کی صحبتوں میں رہ کر برکاتِ صحبتِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کیں۔

آپ کی اتنی سمع خراشی سے میرا مطلب یہ ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری ساری توجہ تعلیمات اقدس کی طرف تو ہو برکات صحبت کو ہم نے فراموش نہ کر دیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہمارا حال اُس سپاہی کا ہے جس کے پاس رائفل تو ہو لیکن میگزین اور ایمنیشن نہ ہو۔ تعلیمات ہتھیار تو ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں اُن کے اندر جو شے ہے، نشا نے پہ بٹھاتی ہے وہ ہے برکات صحبت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو جو سپاہی ایمنیشن گھر چھوڑ جائے اس کی بندوق تو لاٹھی جتنا بھی کام نہیں کرتی۔

اور یہی وجہ ہے یہ میری ناقص رائے ہے میں آپ کو ماننے پہ مجبور نہیں کرتا مگر دن رات ہم تقریریں کرتے ہیں اور مسجد سے نکلتے ہیں تو

ہمارا حال اُس سپاہی کا ہے جس کے پاس رائفل تو ہو

لیکن میگزین اور ایمنیشن نہ ہو ——

نہ سننے والے پہ اثر ہوتا ہے اور نہ سنانے
والا خود ہی بدلتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر بات
میں اثر نہ ہو تو اگر سننے والے پر اثر نہ ہو تو اُس
بات کی لاج رکھ لے ہم نے وہ بھی نہیں رکھی اللہ
جس بات سے منبر پہ بیٹھ کے روکتے ہیں منبر سے
اُتر کر وہی کرتے ہیں۔

شاید اس لیے کہ ہمارے پاس الفاظ
ہیں لیکن روح مفقود ہے جو صحبتِ اقدس میں
تقسیم ہوتی ہے۔ خالی مکان بغیر مکیں کے خالی
قالب بغیر روح کے کوئی قیمت نہیں رکھتا۔
بوجھ بن جاتا ہے۔

تو جس طرح اللہ آپ کی تعلیمات کی حفاظت
فرما رہا ہے جس طرح آیات اللہ کی حفاظت ہو
رہی ہے جس طرح آیات اللہ کے مفاہیم کی
ہو رہی ہے اس کوچے میں پوری عمر لگا دی کسی
اپنے بندے کی کہ وہ فقہی مسائل اخذ کرتا رہے
یار کتنے خوش نصیب لوگ تھے کسی دوسرے
کی عمر صرف ہو گئی احادیث نبوی کو جمع کرتے
تفسیر کو جمع کرتے کیسے عجیب لوگ ہیں۔ اللہ
نے عجیب عجیب مخلوق پیدا کی ہے ایسے خوش
نصیب لوگ ہیں مدرسوں میں پیدا ہوتے ہیں
ساری عمر قال قال رسول اللہ پڑھتے پڑھاتے
مدرسوں ہی سے دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔
لیکن بھائی چند لوگوں کا یہ حال ہو اور پوری
اُمت فراموش کر دے تو اصل پر کل کا حکم

خالی مکان بغیر مکیں کے

خالی قالب بغیر روح

کے کوئی قیمت نہیں رکھتا

بوجھ بن جاتا ہے!

تو لگتا ہے نا۔ یہ بھی اُن کا دم غنیمت ہے جنہوں
نے شاہی دروازے چھوڑے فاقے کاٹے،
حجروں میں تنکوں پر عمر بسر کر دی لیکن ہمارے
لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات
اور برکات پہنچائیں۔ الحمد للہ خدا کرے کروڑوں
کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے علمائے حق پر۔
یہ کتنا احسان کیا ہے اُن لوگوں نے ہم نا اہلوں پر

میرے بھائی! میری ذاتی رائے یہ ہے
کہ ہم ون سائیڈڈ ہوئے اور ہم نے الفاظ
کو پکڑنے کی کوشش کی۔ ہم میں سے کچھ لوگوں
کی اکثریت تو اس طرف بھی نہیں آتی۔ جو آتے
ہیں ہم اور آپ نے بھی بڑی کوشش کی ہے
الفاظ تک پہنچے اور الفاظ میں جو رُوح ہے،
اُس کی طرف ہماری توجہ بھی نہیں ہے تو میرے
بھائی ہمارے مرض کا علاج آج بھی یہ ہے کہ
کسی صاحبِ دل کے سامنے اپنے دل کو کھول

کر رکھ دیں اور اسے کہیں خدا کے لیے تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ اگر تیرے دل میں برکات پیامبر ہیں تو اُسے میرے سینے میں بھی انڈیل دے اور خدا کرے کہ مسلمانوں کے دل بھی برکاتِ صحبت پیامبر سے منور ہو جائیں۔ تو آج بھی فرشتے تیری امداد کو اُتر سکتے آج بھی تیرے سامنے سمندر پایاب ہوں گے۔ پہاڑوں کی بلندیاں جھک جائیں گی۔ صحراؤں کی وسعتیں سمٹ سکتی ہیں تو آج بھی خالی ہاتھ طاغوتی طاقتوں سے لڑ سکتا ہے اُس وقت جب تیری زبان پہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات ہو اور تیرے دل میں صحبتِ رسول کی برکات ہوں۔

خداوندِ عالم ہم سب کو سمجھنے کی فکر کرنے کی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حاضر و غائب تمام مسلمانوں کو حضورؐ کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ خدا ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہم سب کو معاف فرمائے اور ہمیں توفیقِ عمل عطا کرے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

- نماز دین کا ستون ہے۔
- نماز مومن کی معراج ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝

ہر وہ لفظ یا جملہ جو لکھا جائے اور اس سے کوئی مفہوم اخذ ہو سکے کتاب کہلاتا ہے قرآن کے علاوہ باقی تحریریں بھی کتاب ہیں مگر وہ "نور کتاب مبین" نہیں ہیں۔ کتاب مبین یعنی جس میں کوئی اخفا یا ابہام نہیں ہے معنی و مفہوم واضح ہے۔ نور کا معنیٰ بعض نے قرآن کی نورانیت اور بعض نے حضور اکرم کی ذات بتایا ہے مگر میری ناقص رائے میں نور کا معنیٰ وہ کیفیات ہیں جن کا نزول من جانب اللہ حضور اکرمؐ کے سینۂ اطہر پر ہوا تھا اور پھر وہاں سے صحابہؓ کے سینوں میں منتقل ہوتی تھیں یہی وہ کیفیات تھیں جو ایک نگاہ میں کسی پر پڑتیں تو صحابیتؓ کا مقام پاتا اور بعد انبیاؑ ساری مخلوقات سے افضل قرار پاتا انہی کیفیات کی بنا پہ بھائی کی موت پر طویل مدت تک سوگ منانے اور مرثیہ کہنے والی خنساؓ اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت پہ خدا کا شکر ادا کرتی ہے اور اکرمہ ابن ابی جہل اپنے مسلمان ساتھی کی پیاس بجھانے خاطر خود پیاسے شہید ہوتے ہیں اور یہی وہ کیفیات ہیں جو بعد میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، اسی لیے اولیاء اللہ یا مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری ہو گیا ہے کہ ان کیفیات کے حاصل کیے بغیر اسلام صرف لکھے ہوئے حروف کی طرح ہے

مولانا محمد اکرم اعوان
(اقتباس از خطبہ جمعۃ المبارک جنوری ۸۷ء)

المرشد کی ایک قاریہ کے تاثرات

"المرشد" سب سے پہلے جنجوعہ صاحب کے ذریعے میرے گھر پہنچا۔ دیکھا اور احترام سے ایک طرف رکھ دیا۔ اس زمانے میں ہر وہ کتاب جس کے باہر قرآنی آیات درج ہوا کرتی تھیں ہم دیکھتے چومتے اور ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے۔ کبھی پڑھنے کی زحمت نہ کی تھی (خدا معاف فرمائے) سال ڈیڑھ یوں ہی گزر گیا "المرشد" کا ہر شمارہ کہیں پڑا مل جاتا تو اسے اٹھاتی چومتی اور احتراماً کسی اونچی جگہ یا الماری کی سب سے اوپر والی شیلف پر رکھ دیتی۔ انھیں دنوں جنجوعہ صاحب ہی تلے تین کتابیں دے دیں "دیارِ حبیب میں چند روز" "اسرار المحبین" اور "ارشاد السالکین"۔ شکریہ کے ساتھ لے لیں مگر وہ حال نہ ہوا جو عموماً کسی مزاح نگار یا سفرنامہ نگار کی کتاب کو دیکھ کر ہوا کرتا ہے یعنی کتاب ملتے ہی ہر کام چھوڑ کر اسے پڑھنے بیٹھ جانا اور جب تک ختم نہ ہو ہاتھ سے نہ چھوڑنا وغیرہ۔ کافی دنوں بعد ایک دن خیال آیا اگر اس بندۂ خدا نے کسی دن پوچھ لیا کتابیں کیسی لگیں تو کیا جواب دوں گی؟ محض اس خیال سے کہ نفی میں جواب دیتے ہوئے شرمندگی نہ ہو ایک رات "ارشاد السالکین" لی اور سوچا اندر سے دو چار جگہ سے دیکھ لیتی ہوں کہ مندرجہ بالا سوال کے جواب میں ہاں کہہ سکیں خیر پہلا صفحہ پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ میں تو اسے پڑھتی جا رہی ہوں رات بیتتی گئی صفحے الٹتی گئی یہاں تک کہ کتاب ختم ہو گئی۔ میں اس کا لفظ لفظ پڑھ چکی تھی اور ذہن میں تھا کہ کتاب کچھ پتلی ہے تھوڑا سا تو کچھ اور لکھا ہوتا۔

بہر حال اس کے باوجود "المرشد" کے لیے کوئی شوق نہ پیدا ہوا کہ اسے بھی پڑھا جائے ایک ہی بات ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ مولویوں کا رسالہ ہے کیا لکھا ہوگا؟ یہی کہ نماز پڑھو ورنہ یہ ہو جائے گا روزہ رکھو نہیں تو وہ ہو جائے گا عذاب ہوگا۔ قبر تنگ ہو گی فرشتے گرز لیے کھڑے ہوں گے۔ کراماً کاتبین گناہوں کی فہرست پڑھتے جائیں گے اُسی حساب سے عذاب کے لیئے فرشتے بدلتے رہیں گے عذابِ قبر کے لیے احکام باری نازل ہوں گے فرشتے فوراً تعمیل کریں گے۔ قبر میں اندھیرا ہوگا۔ کیڑے کھائیں گے۔ تو صاحب اس بات کا کسے نہیں پتہ ہے یہ تو کچی جماعت کی باتیں ہیں ہم انٹر گریجوایٹ بندے ایسے رٹے رٹائے کیا کریں گے۔ کالج کی لائق ترین استاد (اسلامیات کے لیے) ہمیں میسر تھیں۔ اگرچہ ان کا علم کتابی ہی تھا لیکن ہم بڑے ناداں تھے کہ اتنی لائق پروفیسر صاحبہ ہیں۔ ہمیں

وہ کیا نہیں بتاتیں؟ سب تو ہمیں پتا ہے اب یہ مولوی ہماری معلومات میں کیا اضافہ کریں گے؟ ہم بھلا کیا نہیں جانتے! نماز، روزہ، زکواۃ، حج اور سب سے بڑھ کر توحید ہر موضوع پہ تو ہم بحث کر سکتے ہیں۔ جو مرضی پوچھ لیں بے نمازی کو کیا عذاب ہوگا۔ زکواۃ نہ دینا کتنا بڑا گناہ ہے؟ شرک کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اولیاءاللہ کے لیے دل میں بڑا احترام تھا اس میں کچھ ہاتھ تو بچپن کی تربیت کا تھا کہ آنکھ ہی اہلِ سنت گھرانے میں کھولی اور کچھ ہماری PSYCHOLOGY میں آئی INTEREST رنگ لائی۔ اس دوسری بات کی وجہ سے روح کی اہمیت نے تو اس قدر گہری جڑ پکڑ لی دل میں کہ ہمارے ایک دیوبندی استاد جناب مقبول صاحب (جن سے ہم نے ایک دو سپارے پڑھے ہیں) کی کوششیں بھی اسے دل سے نہ نکال سکیں۔ وہ ہمیشہ اُس آیت کا ترجمہ و تشریح کرنے بیٹھ جاتے جس میں توحید کا ذکر ہوتا اور ادھر بھلا توحید سے کیسے انکار تھا۔ خدا تو خدا ہے ٹھیک ہے اس سے انکار تو کفر کے اندھیروں میں لے جاتا ہے لیکن روشنی حاصل کرنے کے لیے صرف اس کی ذات کو واحد و لاشریک مان لینا ہی تو کافی نہیں۔ پیغمبر پاکؐ کا مقام بھی تو ذہن میں رہنا چاہیے۔ اپنے استادِ محترم سے ہم بچپن ہی میں الجھ پڑتے تھے لیکن اس سب کے باوجود کوئی مرشد کامل نظر نہ آتا جس کی ذات اتنا متاثر کرے کہ انسان آنکھیں بند کر کے پیچھے چل پڑے کسی شک کی گنجائش نہ ہو گھرانے کے اہلِ سنت ہونے کی وجہ سے پیروں فقیروں سے ملنے انھیں دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا لیکن خدا کی حکمت کہ اس نے بچپن ہی سے ایک آئیڈیل ذہن میں بٹھا دیا تھا وہ کوئی نظروں میں جچتا ہی نہیں تھا اور فطرت کا یہ عجیب پہلو کہ ایک عام شخص سے ملتے تو اس کی خامیاں IGNORE کر دیتے کہ یہ تو ہر شخص میں ہوتی ہیں لیکن کسی پیر کو دیکھتے تو نظر اس کی خامیوں پہ ہی رہتی یہ بات خلافِ شریعت کی وجہ بات خلافِ سنت ہے۔ اس کا اسلام میں کوئی تصور نہیں اس کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اصل میں انسان جب مرشد کی تلاش میں نکلتا ہے تو راہبر و راہنما ڈھونڈنے تو چاہتا ہے کہ وہ تو PERFECT ہوتا۔ ہم تو گناہوں میں گھر چکے ہیں وہ تو سنّت و شریعت پہ عمل کرنے والا ہو جو اس دلدل سے نکال لے۔ اور ظاہر ہے اندھیرے سے وہی نکالے گا جو خود روشنیوں میں بستا ہو۔ یہی خیالات ہمیں کہیں ٹکنے نہ دیتے اور یہی وجہ تھی کہ اب اگر ادھر کوئی پیر کا نام لیتا اُدھر جھٹ ہمارے ذہن میں ایک تصور ابھرتا لمبا سبز چغہ، بڑی ہوئی توند، بے لگام داڑھی پیلی پیلی آنکھیں، مریدوں کی فوج جو بیشتر وقت پیر صاحب کے پاؤں دابنے میں صرف کرتی ہوئی نظر آتی اور پیر صاحب تکیے سے ٹیک لگائے یوں ہم دراز ہوتے گویا انھیں تو کسی بات یا عمل کا جواب دینا ہی نہیں یا ایک پنجابی محاورے کے مطابق خدا کے گھر مہمان آئے ہوئے ہوں۔

کچھ لوگ مختلف بھی تھے اس تصور سے دل میں اُن کے لیے احترام ضرور پیدا ہوتا کہ خدا کے نیک اور عبادت گزار بندے ہیں لیکن وہاں بیعت ہو جائے یہ بات من میں نہ سماتی۔

انھیں دنوں اپنی جماعت کے ایک ایسے بندے سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی جس نے میرے ذہن میں پیروں کے ان تمام تصورات کو بھک سے اُڑا دیا بے اختیار دل میں آیا۔ شاگرد کا یہ حال ہے تو استاد کا کیا عالم ہو گا۔ وہ جب بھی اپنے شیخ کی بات کرتے احتراماً میری نظریں جھک جاتیں۔ دل میں خیال آتا یقیناً اُن کے استاد کوئی مرشدِ کامل ہی ہوں گے اور پھر ایک دن پتا چلا کہ اُس ہستی پاک سے ربِ جلیل نے زیادہ دُوری برداشت نہیں کی اور بُلا بھیجا ہے دکھ تو ہوا مگر اُس مریدِ نیاز مند کے درد کا اندازہ بہت بعد میں اپنے شیخ کے ایکسیڈنٹ کی خبر سن کر ہوا اس ناقابلِ بیان تڑپ اور پریشانی میں مجھے وہ مردِ مسلمان یاد آیا جو اپنے شیخ کے وصال کا ذکر کرتے بار بار چُپ ہو جاتا تھا۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سنا مولانا اکرم صاحب گوجرانوالہ آ رہے ہیں اور سیٹلائٹ ٹاؤن کسی ادارے میں تقریر فرمائیں گے۔ ہمیں بھی دعوت دی گئی سوچا چل کے تقریر سن لینے میں کیا حرج ہے۔ سو مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی وہاں پہنچ گئی جونہی کان میں آواز پڑی مولانا صاحب آ گئے ہیں اور ایک محترمہ (اب ذہن میں نہیں رہا وہ کون تھیں) بھاگ اور چھپ کر باہر ٹیرس میں آ کر جنگلے میں سے جھانکنے لگیں کسی شخص کا مسلسل ذکر انسان کو CURIOUS سا کر دیتا ہے سو تجسس ہمیں وہاں تک لے گیا ایک ایک کر کے جب سب لوگ گاڑی سے اترے تو اُن میں کوئی بھی قابلِ تنقید بات دکھائی نہ دی اور کچھ نہ ملا تو میرے ساتھ والی محترمہ بولیں 'یہ تو یوں لگتا ہے سیدھے مسجد سے چلے آ رہے ہیں داڑھیاں ہی داڑھیاں۔ جواب میں ہنس دی اور اُس ہنسی پہ آج تک پشیمان ہوں۔ بہرحال تقریر سُنی بڑی حیرت ہوئی یہ تو بالکل یوں لگ رہا تھا باپ اپنے بیٹوں کو جمع کر کے کچھ سمجھا رہا ہے شفیق استاد شاگردوں کے دل و ذہن میں دھیرے دھیرے کچھ انڈیل رہا ہے۔ نہ تو مولویوں والی چیخ و پکار تھی اور نہ ہی کوئی وا ویلا جیسے اکثر جمعہ کے روز بعض مساجد میں جنگ و جدل کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ گانے کے انداز میں تقریر کرتے کرتے ایک دم یوں لگتا ہے مولوی صاحب کو بھڑ نے کاٹ لیا ہے اور دفعتاً بلا سبب وہ چیخنے لگتے ہیں۔ لیکن یہاں تو بات ہی دوسری تھی۔ تقریر سن کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پسندیدہ استاد کا پیریڈ اٹینڈ کر کے نکلے ہوں۔ یہ سب پسِ دیوار ہی ہوا ابھی ملاقات یا دیدار کا مرحلہ نہ آیا تھا۔ معمولی سے واقعے کے بعد بیعت ہونے کا خیال دل میں سما گیا۔ حد تو یہ کہ یہاں نہ تو شیخ کو پرکھنے کا خیال آیا نہ بیعت ہونے سے پہلے ان سے ملنے کا۔ بس ایک یقین سا ہو گیا کہ اس سے زیادہ کامل ہستی اس روئے زمین پہ کوئی اور نہیں مل سکتی۔ کہا نا شاگردوں سے استاد کا اندازہ ہو جاتا ہے وہ ہو گیا۔ اب یہ نہیں ہوا کہ ملے اور بیعت ہو گئے۔ نہیں گھر سے بیعت ہونے کے ارادے سے چوہدری فقیر اللہ صاحب کے یاں گئی۔ پتا چلا کہ مولانا صاحب کے آنے میں کچھ تاخیر ہے۔ بیٹھے بیٹھے معمولی سی بات جی میں آئی اور وہاں سے اٹھ آئی COLLEGE LIFE میں انسان خود کو بڑا کچھ سمجھتا ہے۔ یا کیا وہ غالباً فروری کے شمارے میں کسی صاحب نے لکھا تھا' ایک فرضی احساس برتری پیدا ہو جاتا ہے' خود کو بڑا اسکالر سمجھتے ہوئے یہ طفلِ مکتب بات بات میں مین میخ نکالنا اور تنقید کے مواقع

ڈھونڈتا ہے۔ لہٰذا یہ چھوٹا سا موقع ہم بھی کیوں جانے دیتے گھر آئے اور بغیر کسی جھجھک کے آپ کے نام ایک عدد خط لکھ بھیجا۔ لکھنے کو تو خط لکھ دیا لیکن اب خود کو اُس طرف سے آنے والے ڈانٹ پھٹکار سے لتھڑے ہوئے خط کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ کہ یقیناً اب ہمیں ہمارے کردہ و ناکردہ گناہ یاد دلائے جائیں گے اور حسبِ توفیق اُن پہ لعن وطعن بھی ہو گی لیکن کسی وقت جانے کیوں دل میں یہ خیال بھی آتا کہ نہیں اعلیٰ ظرف لوگ ایسا نہیں کرتے اور وہ ہستی تو ہر لحاظ سے میرے آئیڈیل جیسی ہے اور واقعی وہ ہستی اعلیٰ ظرف و وسیع القلب نکلی۔ جواب آیا۔ نہایت محبت سے مخاطب کیا گیا تھا اور سوال کرنے پہ گستاخی کا لقب ملنے کی بجائے حوصلہ افزائی فرمائی گئی تھی کہ دل میں آنے والا ہر سوال ضرور پوچھیں اور صاحب! کسی شخص کے PERFECT ہونے کی سب سے بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ اپنی ذات پہ کھلی تنقید کی اجازت دے دے اور اسی چیز نے میرے دل میں ایک خوبصورت سا جذبہ پیدا کر دیا اور دوسری ملاقات میں زیرِ دام آ چکے تھے خدا کی شان کہ بیعت ہونے کے ارادے سے گئے تو بغیر کسی خاص وجہ کے اٹھ آئے اور جب ملنے گئے۔ محض ملاقات مقصود تھی تو بیعت ہو آئے۔ جسے چاہے اُس کو نواز دے۔

بیعت ہونے کے بعد "المرشد" کا خیال آیا۔ منگوایا۔ مطالعہ کیا تو خود کو طفلِ مکتب بھی نہ پایا۔ میں نے جو مذہب کا علم خوب جانتے ہیں کا تصور لیے ہوئے تھی۔ یہ سب باتیں تو ہمیں کسی استاد نے نہ بتائی تھیں۔ اس میں مجھے ہر چیز ملی۔ ہر موضوع تھا اس میں۔ شریعت بھی اور طریقت بھی۔ عشق بھی اور عقل بھی کسی سوال کے جواب میں پیروں فقیروں کے جھوٹے سچے قصے نہیں سنائے جاتے بلکہ ہر بات کا جواب قرآن و سنّت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ دیا جاتا ہے اور یہی بات ہر EDUCATED شخص کو اپیل کرتی ہے۔ ہر مسئلے کو ایسے مدلّل طریقے سے حل کیا جاتا ہے کہ معترض اپنا سا منہ لے کر رہ جائے۔ یہ دور جس میں روحانیت کو ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی تک محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں "المرشد" ایک مشعلِ راہ ہے۔ خدا اسے سلامت رکھے (آمین) تصوف و سلوک کی صحیح DEFINITION مجھے اسی سے ملی تب میں نے جانا ۔

چند سجدے کر کے زاہد کرتا ہے جس کو تلاش
رہروانِ عشق کی نظروں میں وہ منزل نہیں

یہاں نہ تو پیر کو خدا کی برابری دی گئی ہے اور نہ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نعوذ باللہ عام شخص کی سطح پہ لایا جاتا ہے۔ نہ تو شریعت میں آ کر طریقت کو بھلایا جاتا ہے اور نہ ہی طریقت میں شریعت کا دامن چھوڑا گیا ہے۔ یعنی یہ جو اکثر نام نہاد پیر خلافِ شریعت کام کر کے اسے طریقت کا نام دے دیتے ہیں۔ اسے بھونڈے اور جاہلانہ نظریات بلکہ حربے یہاں نہیں ملتے۔ بلکہ میں تو اسے پڑھتے ہوئے اکثر سوچتی ہوں کہ

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

پچھلے دنوں جناب جنجوعہ صاحب کا چار سال پہلے دیا گیا "المرشد" نظر آیا۔ اٹھایا۔ چوما اور کسی اونچی جگہ رکھنے کی بجائے کھولا اور اس کا ایک ایک لفظ دل میں اتار لیا ۔

مجھ کو شعورِ ذات کی بینائی دے گیا
اِک شخص میرے فکر کو گہرائی دے گیا

رہا یہ شمارہ۔ اپریل ۸۷ کا۔ جو اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ کیا لکھوں اس کے بارے میں؟ عموماً رسالے میں سب

(باقی صفحہ ۵۱ پر)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

(اکرام اللہ جان قاسمی)

صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم پورے آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہیں صحابہ کرام رضؓ دل میں محبت وعقیدت کا ذخیرہ لیے گرد جمع ہیں مجلس کی بھینی بھینی خوشبو مہک رہی ہے راز ونیاز کی باتیں شروع ہیں سچی محبت کرنے والے اپنے محبوب کے چہرہ انور کی لذتِ دیدار سے لطف اندوز ہو رہے بولنے اور سننے والے دنیا کی آلائشوں سے دور ہو کر اپنے حال میں مگن ہیں گویا کہ ان کو دنیا کی کسی چیز کی فکر ہے نہ ضرورت، بلکہ یہی وقت یہی باتیں اور یہی مجلس منتہائے مقصود ہیں ایسا لگتا ہے جیسے موسم بہار کی کسی اندھیری رات میں بہت سارے ستارے ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور درمیان میں ماہِ کامل طلوع ہو گیا ہو اتنے میں ایک نسوانی آواز ابھرتی ہے جو سب کو اپنی طرف متوجہ کر دیتی ہے ۔ نگاہیں غیر ارادی طور پر اٹھتی ہیں تو دیکھتے ہیں تو دیکھتے ہیں سر سے لیکر پاؤں تک عصمت وعزت کا لبادہ اوڑھے ایک عورت کھڑی ہے ۔ وہ پریشان اور مضطرب ہے جیسے اسے کوئی اہم بات پیش آگئی ہو کوئی بڑی ضرورت درپیش ہو کیا اسے بھوک لگی ہے؟ پیاس ہے؟ پیسوں کی ضرورت ہے؟ نہیں نہیں اسے تو اس سے کہیں زیادہ فکر دامنگیر ہے ایک بڑی ہی ضرورت درپیش ہے قیامت تک آنے والی عورتیں کے حق کے حصول کے لیے کوشاں ہے ۔

پہچاننے والوں نے پہچان لیا یہ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت یزید رضؓ الانصاری تھیں پھر بے تابانہ اور بے قرار انداز میں اپنا سوال پوچھنا شروع کر دیا ۔ اے خدائے عظیم وبرتر کے پیارے رسول صؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں مسلمان عورتیں کی طرف سے خدمت اقدس میں بطور قاصد حاضر ہوئی ہوں آپ مرد اور عورت دونوں کیلیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہم آپ پر ایمان لائی ہیں ہمیں ایک بڑی پریشانی کا سامنا ہے ایک عجیب الجھن میں پھنسی ہوئی ہیں خدارا ہماری بات سن کر ہماری مشکل کو حل فرما دیجئے جواباً اس رحمت للعالمین کے چہرہ انور پر رحم وشفقت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور اپنی مشکل پیش کرنے کیلئے اشارہ ہوتا ہے یہی تو وہ ذات تھی جو اپنوں کے لیے کیا غیروں کیلئے بھی پیکر

رحمت تھی جس نے کبھی جانوروں پر بھی ظلم کرنا گوارا نہیں کیا تھا جو دشمنوں کو گالی کے جواب میں ہدایت کی دعا دیتے تھے اجازت ملنے پر وہ پیکرِ عصمت وعفت اپنی بات کرنا شروع دیتی ہے ۔

اے خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے لیے پردے کا حکم ہے اور ہم گھر کی چار دیواری میں بند رہتی ہیں اور ثواب کے بہت سارے کاموں میں شریک نہیں ہو سکتیں مرد جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں جماعت کی نمازوں میں ملتے ہیں بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازوں میں شریک ہوتے ہیں آسانی سے حج ادا کرتے ہیں اور جہاد میں حصہ لیتے ہیں ہم سے تو یہ سب کچھ نہیں ہو پاتا مگر جب یہ حج ، عمرہ یا جہاد میں شرکت کیلئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ہی انکی اولاد کی تربیت کرتی ہیں مالوں کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے لیے کپڑے بنتی ہیں اے اللہ کے رسول کیا ہم ثواب میں انکے ساتھ شریک نہیں ؟

ندرتِ فکر اور طلبِ آخرت کے اس عجیب اور نرالے سوال سے چہرہ انور کھل اٹھا اور آپ نے صحابہ رضؓ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے اس سے بہتر کبھی کسی عورت کو دیکھا ہے جو دین کے بارے میں ایسا بہترین سوال کرتی ہو صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ عورت بھی کبھی ایسا سوال کر سکتی ہے ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں آتا اسکے بعد وہ پیکرِ رحم وسخا اللہ کی اس کی نیک بندی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا " غور سے سن اور جن عورتوں نے تمہیں بھیجا ہے اُن سے جا کر کہہ دے کہ اگر عورت اپنے خاوند کی تابعداری کرے اسکی خوشنودی تلاش کرے اور اس پر عمل کرلے تو یہ سب ان چیزوں کے ثواب کے برابر ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ سن کر انتہائی خوش ہوئیں ان کا مقصد جو حل ہوا اسی کے لیے تو پتہ نہیں کتنی دیگر اللہ کی بندیوں نے جمع ہو کر مشورے کیے تھے اور ایک فرد کا انتخاب کر کے خدمت اقدس میں بھیجا تھا

آہ ! اے آج کی مظلوم صنفِ نازک ۔ پندرھویں صدی کی ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی عورت اور تمام حقوق سے محروم اور بے بس و بے دست وپا پیکر وصورت تو بھی آج اپنے حقوق کے حاصل کرنے اور مردوں کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم آگے بڑھنے کے لیے پکار رہی ہے سڑکوں پر نکل آئی ہے اور تادمِ شنوائی آرام سے نہ بیٹھنے کا عزم کیے ہوئی ہے مگر تیری اصل مظلومی یہ ہے کہ تجھے اپنے حقوق کا بھی پتہ نہیں جن چیزوں کو تو " اپنے حقوق " کا نام دے رہی ہے یہی چیزیں تو تیرے حقوق سلب کرنے والی ہیں ۔ حقوق تو ایسے ہوتے ہیں جو مذکورہ واقعہ میں ایک صحابیہ رضؓ نے حاصل کیے مردوں کے شانہ بشانہ چلنے اور ان کے ساتھ قدم بہ قدم آگے بڑھنا ہو تو ایسے بڑھو یہ کیا حقوق ہیں کہ فیکٹریوں میں کام ملے دفتروں میں ملازمت ملے سڑکوں، پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں کھلے عام چلنا پھرنا اور کھیلنا ملے اور سڑکوں وبازاروں پر تمہاری حکمرانی ہو تیری بے پردگی نے تو تیری لاج لے لی مردوں سے اختلاط نے تیری عزت کو خاک میں ملا دیا اور تیری حسن نمائی نے تیرے لبادہ عصمت کے پرخچے اڑا دیئے ۔

اسلام نے تجھے " ماں " کا مقدس تصور دیا تھا جس کے قدموں تلے بتائی گئی تھی ۔ بہن کا صاف ستھرا نام دیا تھا اور بیوی کا سچی محبت والا رشتہ دیا تھا پوری دنیا میں ایک ہی مرد کو تیرا محافظ وناخدا ٹھہرا دیا تھا باقی دنیا تیری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتی تھی ۔ گھر کی چار دیواری کو تیرے لیے مضبوط قلعہ بنایا تھا مگر تو نے اس قلعہ کی چار دیواری کو پاش پاش

کر کے اپنا ٹھکانہ خود ہی گرا دیا اب تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں اپنے اس قلعہ کے بہترین رشتہ داروں والد بھائی اور خاوند کو چھوڑ کر سینکڑوں ہزاروں کے درمیان آ گئی تو ان حقیقی رشتہ داروں سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور ان سینکڑوں ہزاروں میں بھی کوئی ہمدرد نہیں ملا دفتر میں گئی تو گھر کا انتظام بھی ہاتھ سے نکل گیا اور دفتر بھی سنبھال نہ سکی اور اب پرایا بے نماز اور بد اطوار تیرے گھر کا کھانا پکاتا ہے اور تو اسکے ہاتھ کا پکایا ہوا روحانیت سے دور اور ظلمت سے بھرپور کھانا کھاتی ہے ہائے افسوس ہائے بربادی مگر اس پر طرہ یہ کہ اگر تجھے کوئی اپنے حقوق کی راہ دکھانا چاہے اسلام کی راہ بتانا چاہے اور انسانیت کا طریقہ سکھانا چاہے تو تو کہتی ہے اونہہ یہ پرانی باتیں ہیں جو ملاؤں نے اپنی طرف سے نکالی ہیں آج یہ باتیں نہیں چل سکتیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ملاؤں کی کہی ہوئی باتوں کے مطابق معاشرہ ہی تیری حفاظت کا ضامن اور تیرے حقوق کا پاسبان ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت سینکڑوں میل دور سے دارالخلافہ (مدینہ منورہ آئی) جو تن تنہا تھی اور زیورات سے لدی ہوئی تھی مدینہ آکر اس نے اپنا تاثر بیان کیا کہ پورے راستے میں ہر ہر فرد کو اسلام کی عظیم نسبت کی بدولت اپنا محافظ پایا ہر چھوٹے کو اپنا بھائی اور بڑے کو باپ محسوس کیا اور کسی نے میری طرف غلط نگاہ سے نہیں دیکھا یہی وہ معاشرہ تھا جو اسلام نے دیا تھا بدقسمتی سے اس معاشرہ کو ہم کھو بیٹھے اب جب تک اسلامی معاشرہ دوبارہ نصیب نہ ہو اس وقت تک انفرادی کوشش کے طور پر کم از کم اپنے آپکو سدھاریں خدائے ذوالجلال کے پسندیدہ دین پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کی نہیں تو اپنی آخرت کی فکر کر لیں

مگر آج کی عورت جس طرح بگڑ گئی ہے خدا کی پناہ اسلامی روایات و اقدار کو نہ صرف پامال کرنے والی بلکہ اس کا مذاق اڑانے والی بن گئی ہے اور اسکی جگہ مغربی تقلید و روش کو عقل کی معراج اور ترقی یافتہ ہونے کا معیار قرار دے لیا گیا ہے اس صورتِ حال کو دیکھ کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ کا شعر یاد آتا ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

بقیہ: تاثرات

سے پہلے اسرار التنزیل پڑھتی ہوں اور پھر اداریہ سے لے کر آخری صفحے تک ۔ اس دفعہ جو رسالہ کھولا تو اتفاق بلکہ حسنِ اتفاق سے سب سے پہلی نظر "شب جائیکہ من بودم" پہ پڑی اور اسے ہی پڑھنا شروع کر دیا ۔ رات کے ساڑھے ۱۲ ہو رہے تھے لیکن یہ دل رسالہ ہاتھ سے رکھنے پہ مان ہی نہ رہا تھا ۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں گزارے گئے شب و روز کا ذکر پڑھنے کو ملا

اے مدینے کے زائر خدا کے لیئے
داستانِ سفر مجھ کو یوں مت سنا
دل تڑپ جائے گا بات بڑھ جائے گی
میرے محتاط آنسو چھلک جائیں گے

شدید ترین جذباتی مقام پہ آکر عموماً میں بالکل بے حس ہو جاتی ہوں (خدا جانے اس نے فطرت میں یہ کیا چیز شامل کر دی ہے) 'شب جائیکہ ___ پڑھتے ہوئے بھی میرے ساتھ یہی ہوا ۔ اس کے متعلق میں نہ تو کچھ لکھ سکتی ہوں اور نہ ہی بتا ___ سو کیا تبصرہ کروں ؟ سوائے اس کے کہ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آدابِ لطائف

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی)

ہر کام خواہ وہ کسی شعبے سے متعلق ہو اس میں ایک قانون ہے کہ اگر اس کو اس کے صحیح طریقے اور ڈھنگ کے مطابق کیا جائے تو وہ کام نسبتاً بہتر بھی ہوتا ہے اور آسانی سے بھی اور اگر طریق کار میں کچھ تھوڑا سا نقص یا تبدیلی ہو جائے تو وہ لمبا بھی ہو جاتا ہے اور مشکل بھی اور پھر اس پائے کا ہو نہیں پاتا جس پائے کا اسے ہونا چاہیئے۔

یہ جو اللہ کریم نے آپ احباب کو توفیق دی ہے اور آپ ذکر کرتے ہیں اور راہ سلوک پہ گامزن ہیں تو اس میں بھی چاہیئے کہ ذکر کا جو سلیقہ ہے قاعدہ ہے اسے مدنظر رکھا جائے۔ باقی سلاسل میں زیادہ زور خلوت پر دیتے ہیں۔ خاموش رہنے پہ دیتے ہیں، زیادہ بیدار رہنے پہ دیتے ہیں۔ لوگوں سے کم میل جول رکھنے پہ زور دیتے ہیں۔ کھانا پینا کم ہو، قلت طعام، قلت کلام اور قلت اختلاط اور اختلاط الانام۔ لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بات کرنا کھانا پینا کم ہو۔ کمی کر کے ذکر زیادہ وقت کرتے رہنا اور ہر وقت ایک طرف متوجہ رہنے سے کچھ برکات پیدا ہوتی ہیں لیکن اس سلسلہ عالیہ میں اگرچہ یہ چیزیں بھی بہت زیادہ معاون اور بہت زیادہ معین ہیں لیکن اتنا زور ان پر نہیں دیا جاتا جتنا زور کثرت ذکر پر دیا جاتا ہے۔ تو بے شک کھائے پیئے آرام بھی کرے آرام کے وقت میں لیکن جب ذکر کرے تو پوری محنت اور پوری توجہ سے۔

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ تعوذ و تسمیہ کے بعد جب آپ ذکر شروع کرتے ہیں تو پہلا لطیفہ اس طرح سے کریں کہ آدم علیہ السلام کا مقام جو آسمان اوّل پر ہے اور جس پر سے انوار اس لطیفے پہ آتے ہیں اس کے ساتھ ذہناً ربط پیدا ہو جائے اور آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ اللہ ھو ہر ھو کے ساتھ پہلے آسمان سے زرد رنگ کے انوارات میرے قلب پر برس رہے ہیں اور ہر سانس میں بدن کی تھوڑی سی حرکت کے ساتھ دماغ کی پوری قوت ہو اور پوری توجہ سے ھو کی چوٹ لگ رہی ہو لطیفہ قلب پر اور اس کے ساتھ جس قدر ممکن ہو اتنی تیزی سے سانس لیا جائے یہ

جو قاعدہ ہو گیا ہے نا ہم گزارہ کرتے ہیں اس میں گزارہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس میں اتنی محنت آدمی کرے کہ وہ تھک جائے ٹوٹ جائے اسے تکلیف ہو۔ مجاہدہ جو ہوتا ہے اس میں آرام مقصود نہیں ہوتا اسے مجاہدہ کہتے ہی اس لیے ہیں کہ کوئی کام ٹوٹ کر کیا جائے۔ پورے زور سے پوری کوشش سے پوری توجہ سے کیا جائے۔

مجاہدہ جہد سے مشتق ہے اور جہد کا معنی ہے بہت زیادہ محنت کرنا۔ اپنی پوری کوشش صرف کر دینا۔ بعض لوگ نہ سمجھتے ہوئے نہ جانتے ہوئے اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ذکر سانس سے بھلا یا ناک سے کیوں کیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ناک سے ذکر کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ذکر تو دل سے ہوتا ہے ناک سے یہ جو زور زور سے سانس لی جاتی ہے تو اس سے حرارت غریزی جو ہے انسان کے وجود کے اندر ایک حدت پیدا ہوتی ہے وہ بھڑکتی ہے اور یہ سبب بن جاتی ہے اس مادی وجود میں انوارات کو قبول کرنے کا اور ان کے قیام کا تو اس میں یوں بھی ہوتا ہے کہ آپ لطیفہ قلب کر رہے ہیں تو کرتے کرتے کبھی اتفاقاً کھانسی آگئی، چھینک آگئی، سانس ٹوٹ گیا تو پچھلے انوار منقطع ہو جاتے ہیں پھر آپ جب شروع کریں تو آپ محسوس کریں گے جیسے آدمی نئے سرے سے شروع کر رہا ہو۔ تو اس میں کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ کرے ساتوں لطائف پر سانس نہ ٹوٹے، آدمی مسلسل چلتا چلا جائے۔

اسی طرح جب دوسرے لطیفے پہ منتقل ہوتا ہے اسی سانس کو مسلسل اللّٰہ ھو اللّٰہ ھو۔ اللہ اِدھر سے کھینچی ہے تو ھو دوسرے لطیفے پہ لگائے اور یہ خیال کرے کہ پوری قوت سے انوار جتنی شدت سے پیدا ہوئے تھے وہ ہی دوسرے لطیفے پہ منتقل ہو گئے ہیں اور دوسرے آسمان کے ساتھ میری توجہ متعلق ہو گئی ہے جہاں حضرت نوح حضرت ابراہیم علیہم السلام تشریف رکھتے ہیں اور سرخ سنہری رنگ کے انوارات پوری تیزی سے پورے جوش سے پوری قوت سے میرے اس لطیفے پہ آ رہے ہیں اور کوشش یہ کی جائے کہ سانس نہ ٹوٹے، زبان نہ کھلے، سینے میں جب ابال پیدا ہوتا ہے، جب حدت پیدا ہوتی ہے تو آپ منہ سے ایک دفعہ اللہ بھی کہہ دیں تو وہ ساری نکل جاتی ہے۔ جس طرح آپ پریشر ککر کا ایک دفعہ ڈھکنا ہٹا دیں تو سارا پریشر جو اس میں بند ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے بالکل اسی طرح۔

تو سوائے ان لوگوں کے جو ذکر کرا رہے ہوتے ہیں یا جن کی مجبوری ہوتا ہے بولنا۔ بولنے سے اجتناب کیا جائے۔ مسلسل سانس چلتا رہے اسی طرح تیسرے لطیفے پہ جب آئیں تو بھی اللہ یہاں سے کھینچیں ہے تو ھُو، کی چوٹ اس لطیفے پہ لگے اور اپنی توجہ کو لے جائے تیسرے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے فیوضات ہوتے ہیں۔ اس پر سفید رنگ کی روشنی ہوتی ہے۔ صاحب مشاہدہ حضرات دیکھتے جائیں ساتھ کس طرح انوارات آتے ہیں۔ کس طرح کتنی تیزی سے وارد

ہوتے ہیں اور کتنے زور سے آبشار کی طرح گرتے ہیں۔

اسی طرح چوتھے لطیفے پر اسی سانس کو منتقل کرنے کی کوشش کرے یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے انوار ہوتے ہیں۔ گہرے نیلے رنگ کے انوار ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح پانچویں لطیفے پر بھی انوارات پانچویں آسمان سے آتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار ہوتے ہیں۔ گہرے سبز رنگ کے۔ پانچواں لطیفہ جب کرے تو یوں کرے کہ باقی چاروں لطیفوں کی کمی بھی پوری ہو گئی ہے۔ پورا سینہ منور ہو گیا ہے۔

جس قدر قوت کے ساتھ حرکت کر کے ساتھ آدمی آسانی سمجھتا ہے یا جس طرح سے بھی پوری قوت سے سانس لے جتنی بھی اس میں قوت ہے۔

اسی طرح چھٹے اور ساتویں لطیفے پر تجلیات باری ہوتی ہیں نہ ان کا پتہ چلتا ہے یہ آ کہاں سے رہی ہیں اور نہ سمجھ آتی ہے جا کہاں سے رہی ہیں۔ اس طرح سے جس طرح آسمان پر بجلی چمک جاتی ہے جس طرح برق گرتی رہتی ہے انوارات ہوتے ہیں نہ ان کے رنگ کی تعین ہو سکتی ہے نہ ان کی کیفیات کی۔

تو ساتوں لطائف کرنے کے بعد پوری قوت کو پوری توجہ کو پہلے لطیفے پہ لے جائے اور پورے زور سے کرے اور یہ بھی خیال رہے کہ لطائف کے دوران غفلت نہ آئے، ہوش رہے سوچ زندہ رہے اور آدمی اگر کوشش سے پوری قوت سے لطائف کرے تو غفلت نہیں آتی۔ غفلت تب آتی ہے جب آرام سے آہستہ آہستہ شروع کر دے تو پھر اونگھ آنا شروع آ جاتی ہے یا غنودگی سی طاری ہو جاتی ہے۔ لطائف میں اسی غنودگی یا اونگھ کا آنا مضر ہے۔ فائدہ مند نہیں ہے۔

لطائف کے بعد جب بیٹھتا ہے آدمی تو خیال یہ کرے جسم سے توجہ ہٹا لے۔ مٹی کا ایک ڈھیر تھا جل گیا خاک سیاہ ہو گیا۔ ذکر الٰہی میں فنا ہو گیا۔ صرف قلب کی طرف متوجہ ہو جائے کہ یہ زندہ ہو گیا ہے اور اس کی ہر دھڑکن میں اللہ ھو، موجود ہو اور اتنی قوت سے ہو کہ قلب سے اللہ اٹھے تو ھو، کی ٹکر عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ اس کو رابطہ کہتے ہیں۔ جب دل سے اٹھنے والے انوارات عرش کے ساتھ مضبوطی سے پہنچ جائیں عرش تک، احدیت تک تو اسی کو رابطہ کہتے ہیں۔ یہ رابطہ جو ہے یہ روح کے سفر کا راستہ بنتا ہے۔ انہی انوارات کی قوت روح کو کھینچ کر احدیت پر لے جاتی ہے۔

تو پھر جب احدیت کی طرف متوجہ ہو تو پھر زمین آسمان وجود کا خیال چھوڑ دے اور اپنے آپ کو وہاں دیکھے روح کا بالکل وہی حلیہ قد و قامت وہی لباس ہوتا ہے جو آپ نے یہاں بظاہر پہن رکھا ہوتا ہے بالکل عکس ہوتا ہے انسانی وجود کا۔ اس پر اپنے آپ کو کوشش کرے وہاں دیکھنے کی یا کم از کم واضح مشاہدہ ہو تو مقام بھی نظر آتا ہے اپنا وجود بھی، دوسرے احباب بھی۔ اگر اتنا واضح نہ ہو تو بعض لوگوں کو اپنی روح نظر آتی ہے مقام نظر نہیں آتا۔ بعض لوگوں کو مقام نظر آ جاتا ہے ارواح نظر نہیں آتے۔ بعض لوگوں کو نہ روح نظر آتی ہے اور نہ مقام۔ صرف وہاں کی روشنی نورانیت اور انوار نظر آتے ہیں۔

تو کسی بھی طرح سے نظر آ سکے یا پھر ایک وجدانی کیفیت کم از کم ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ دل مطمئن ہو جاتا۔ اس بات پر کہ واقعی اس مقام پر میں کھڑا ہوں۔ اسی طرح ان مقامات و مراقبات کا صرف مشاہدہ نہیں ہوتا ان کے اثرات عملی زندگی پہ مرتب ہوتے ہیں جس طرح حضرت حافظ صاحب نے تصوف اور تعمیر سیرت میں لکھ دیا ہے۔ اچھا ہے کہ اسے احباب بار بار پڑھا کریں دہرایا کریں۔ پتہ چلے کہ ان مراقبات کا عملی زندگی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اگر عملی زندگی متاثر نہ ہو رہی ہو اس میں وہ شے نہ ہو تو مراقبات کے ہوتے کا کوئی اعتماد نہیں ہے۔ کوئی یقین نہیں ہے۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ شیخ کی توجہ کے ساتھ لگے بندھے آدمی کسی مقام پر چلے گئے، لیکن اگر وہ مقام اس کا اپنا حال نہ بن جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کہ کب شیخ سے دور ہوں اور کب ہر شے چلی جائے۔ مقام وہی معتبر ہے جو حال بن جائے انسانی زندگی کو اس کے عقائد کو، اس کی سوچ کو اس کے کردار کو متاثر کرے۔ آپ دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مقام صحابیت پہ فائز ہوئے تو صرف مقام صحابیت پر فائز ہونا ہی نہ رہا بلکہ وہ صحبت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام صحابیت ان کی عملی زندگی کو کس شدت سے متاثر کر گیا۔ ان لوگوں کی سوچ ان کے ارادے، ان کی خواہشات جو ہیں وہ مثبت انداز میں کتنی تبدیل ہوئیں۔ کہاں سے کہاں چلی گئیں۔ اسی طرح صوفی کو چاہیئے کہ اپنے احوال اور اپنے خیالات کو جانچتا رہے اور جو مراقبہ بھی اسے نصیب ہو اس کی کیفیات کو اس کی واردات کو اپنی عملی زندگی پہ دیکھے تاکہ وہ مراقبہ اس کا حال بن جائے۔

خداوند عالم حاضر و غائب تمام احباب کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً توفیق ارزاں فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ: حضورؐ کی حربی تربیت

دشمن کو بے بس کر دینے اور کم از کم خونریزی کرنے کا آسان طریقہ آپؐ نے یہی اختیار فرمایا کہ فنون حرب میں اتنا کمال حاصل کر لیا جائے کہ دشمن مقابلے کی جرأت ہی نہ کر سکے عہد نبویؐ کی سب سے پہلی جنگ میں صرف دشمن کے ۳ آدمی مارے گئے ورنہ دس سال کے عرصے میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا جس میں یقیناً کروڑوں نفوس آباد ہوں گے اور اس طرح اوسطاً روزانہ ۲۷۴ مربع میل کا علاقہ فتح ہوتا رہا۔ فی مہینہ دشمن کا ایک آدمی قتل ہوا کیونکہ ارشاد نبوی ہے انا نبی الرحمۃ "میں رحمت کا پیغامبر ہوں جنگ کا نہیں"

سالانہ چندہ کی استدعا

"المرشد" کا بارہواں شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ براہ مہربانی نئے سال کے لیے چندہ جلد از جلد ارسال فرمایئے!

تبصرہ کتب

نام کتاب:۔ تحفہ جعفریہ جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم
مصنف:۔ مناظر اسلام مولانا محمد علی صاحب
ناشر :۔ مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج لاہور
قیمت:۔ ۶۰ روپے فی جلد

احقاق حق اور ابطال باطل دو مستقل عنوان ہی نہیں بلکہ دو مختلف موضوع ہیں دونوں میں بیان حقیقت گو قدر مشترک ہے مگر انداز بیان اور طرز استدلال میں کس قدر فرق ہوتا ہے۔ ہر عنوان کے لیے صلاحیتیں بھی جداگانہ ہوتی ہیں۔

زیر بحث کتاب میں مولانا نے دونوں عنوانوں پر خامہ فرسائی فرمائی ہے اور اس انداز سے لکھا ہے کہ شیعہ مذہب کی حقیقت کی جھلک نظر آجاتی ہے مقام صحابہ رض عظمت خلفائے ثلاثہ رض اور فضائل امہات المومنین رض کا بیان اللہ کی آخری کتاب کی روشنی میں یوں فرمایا ہے کہ کسی یہودی مؤرخ کی ہرزہ سرائی کی وجہ سے ان ہستیوں کی عظمت میں شک کرنے کی جرأت ایک مسلمان تو کیا کوئی شریف انسان بھی نہیں کر سکتا۔

جہاں تک ابطال باطل کا تعلق ہے مولانا نے شیعہ کتب کے حوالوں سے ہی شیعہ کے پورے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں اور مبادا کوئی اعتراض رہ نہیں گیا جو آج تک شیعوں نے اسلام اور مسلمانوں پر کیا ہو اور اس کا جواب نہ دیا گیا ہو اس پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا کا انداز مناظرانہ ہے ممکن ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ شیعوں کے بھونڈے بودے اور غیر شریفانہ اعتراضات کے جواب میں علاج بالمثل کے طور پر مناظرانہ زبان استعمال کرنا ہی موزوں ہے یا یہ کہ جیسے فرعون نے کہا تھا۔

اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ہ تو اس کے جواب میں حضرت موسیٰ کے الفاظ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں بالکل اسی لہجے میں ہیں کہ

اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ہ

گویا مولانا نے موسوی اسلوب اختیار کیا ہے۔

یہ کتابیں ہر مسلمان کے پڑھنے کی ہیں کیونکہ ایران کے شیعہ انقلاب کے بعد مسلمانوں کو جو دام ہمرنگ آلیس کے ذریعے گمراہ کرنے کی کوششیں تیز تر کر دی گئی ہیں مسلمان اس گمراہی سے بچ سکیں گے

(ا۔ س)

رجسٹرڈ آر نمبر ۱۹ — اگست ۱۹۸۷ء بمطابق ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

تصانیف حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

تصوف

تعارف	۲/۰
دلائل السلوک خاص ایڈیشن	۴۰/۰
دلائل السلوک انگریزی ایڈیشن	۶۰/۰
اسرار الحرمین	۱۵/۰
علم عرفان	۳/-
عقائد و کمالات علماء دیوبند	۷/۰

حیات بعد الموت

سیف اویسیہ	۱۰/۰
حیاتِ برزخیہ	۳۰/۰
حیاتِ انبیاء	۱۵/۰
حیات النبی ﷺ مذاہب اربعہ اہل سنت کی نظر میں	۱۰/۰

شیعیت کا تحقیقی مطالعہ

الدین الخالص	۲۵/۰
ایمان بالقرآن	۲۰/۰
تحذیر المسلمین	۲۵/۰
آیات اربعہ	۵/۰
تحقیق حلال و حرام	۵/۰
حرمت ماتم	۵/۰
ایجاد مذہب شیعہ	۵/۰
شکست اعدائے حسین	۴/۰
داماد علی	۲/۵۰
بناتِ رسول	۳/۰
الجمال و الکمال	۵/۰

تصانیف حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اسرار التنزیل حصہ اول	۱۰/۰
اسرار التنزیل " دوم	۱۰/۰
اسرار التنزیل " سوم	۱۰/۰
اسرار التنزیل " چہارم	۱۰/۰
چار پارے مکمل و مجلد	۵۰/۰
دیارِ حبیب میں چند روز	۵/۰
ارشاد السالکین I	۴/۵۰
امیر معاویہ	۱۰/۰
ماہی کرب و بلا	۲/۰
عصر حاضر کا امام	۱/۰
ارشاد السالکین دوم	۲/۰

تصانیف پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

ذکر اللہ عربی	۳/۰
لغزشیں	۱۰/۰
اطمینانِ قلب	۱۵/۰
تصوف و تعمیر سیرت	۱۰/۰
کس لیے آئے تھے؟	۸/۰
خدایا ایں کرم بار دگر کن	۱۰/۰
بزم انجم	۲۰/۰
دین و دانش	۱۰/۰
کونوا عباد اللہ	۳/۰
انوار التنزیل	۷/۵۰
مغالطے	۵/۰

ماہنامہ المرشد چکوال

بیاد

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۷۵/=
ششماہی	۴۰/=
فی پرچہ	۷/-
سعودی عرب، کویت، یمن، لنکا	
بھارت سالانہ چندہ	۱۴۰/-
متحدہ عرب امارات مسقط	۱۴۰/-
یورپ	۱۵۰/-
لیبیا	۱۶۰/-
امریکہ کینیڈا	۱۸۰/-

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

الوہاب مارکیٹ

اردو بازار، لاہور

ملنے کا پتہ: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال